چل دیئے پاپا گم ہوئے مرقس چپ ہوئے پطرس مٹ گئے لوقا

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

خود نوشت ذاتی سرگذشت

جَاءَ الْحَقُّ

از حضرت اقدس جری اللہ فی حلل الانبیاء المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

طابع و ناشر

حکیم محمد عبد اللطیف شاہد ۱۲۴ امین بازار گوالمنڈی لاہور

ملنے کا پتہ

قریشی محمد اکمل - افضل جنرل سٹور گول بازار

بلدۃ طیبۃ خلیفۃ المسیح ربوہ شریف

قیمت آٹھ آنے (۸)

مطبوعہ نقوش پریس لاہور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

تمہید

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے نشان اور معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو آنجناب کے ہاتھ سے یا آپ کے قول یا آپ کے فعل یا آپ کی دعا سے ظہور میں آ[ئے] اور ایسے معجزات شمار کے رُو سے قریب تین ہزار کے ہیں اور دوسرے وہ معجزا[ت] ہیں جو آنجناب کی امت کے ذریعہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور ایسے نش[انوں] کی لاکھوں تک نوبت پہنچ گئی ہے اور ایسی کوئی صدی بھی نہیں گذری جس میں ایسے نشان ظہور میں نہ آئے ہوں چنانچہ اس زمانہ میں **اس عاجز** کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ یہ نشان دکھلا رہا ہے۔ ان تمام نشانوں سے جن کا سلسلہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوتا ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے پیارا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ دوسرے نبیوں کی امتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں اور صرف گذشتہ قصے اور کہانیاں ان کے پاس ہیں مگر یہ امت ہمیشہ خدا تعالےٰ سے تازہ بتازہ نشان پاتی ہے۔ لہذا اس امت میں اکثر عارف ایسے پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تعالےٰ پر اس درجہ کا یقین رکھتے ہیں کہ گویا اس کو دیکھتے ہیں اور دوسری قوموں کو خدا تعالیٰ کی نسبت یہ یقین نہیں لہذا ہماری روح سے یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچا و صحیح مذہب صرف **اسلام** ہے۔ ہم نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا کچھ نہیں دیکھا۔ اگر قرآن شریف گواہی نہ دیتا تو ہمارے لئے اور ہر محقق کے لئے ممکن نہ تھا کہ ان کو سچا نبی سمجھتا۔ کیونکہ جب کسی مذہب میں صرف قصے اور کہانیاں رہ جاتی ہیں تو اس مذہب کے بانی یا مقتدا کی سچائی صرف ان قصوں پر نظر کر کے

تحقیقی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی وجہ یہ کہ صدہا برس کے گذشتہ قصّے کذب کا بھی احتمال رکھتے ہیں بلکہ زیادہ تر احتمال یہی ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں جھوٹ زیادہ ہے پھر کیونکر دلی یقین سے ان قصوں کو واقعات صحیحہ مان لیا جائے لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات صرف قصّوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے خدا ان نشانوں کو پا لیتے ہیں لہٰذا معائنہ اور مشاہدہ کی برکت سے ہم حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ سو اس کامل اور مقدّس نبی کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دکھلاتی رہتی ہے اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے اس کمال سے مراتب عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالےٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں پس مذہب اسے کہتے ہیں اور سچا نبی اس کا نام ہے جس کی سچائی کی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے محض قصوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ دنیا میں صدہا لوگ خدا بنائے گئے اور صدہا پرانے افسانوں کے ذریعہ سے کراماتی کر کے مانے جاتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ سچا کراماتی وہی ہے جس کی کرامات کا دریا کبھی خشک نہ ہو۔ سو وہ شخص ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں اس کامل اور مقدس کے نشان دکھلانے کے لئے کسی نہ کسی کو بھیجا ہے اور اس زمانہ میں مسیح موعود کے نام سے مجھے بھیجا ہے۔ دیکھو آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور طرح طرح کے خوارق ظہور میں آ رہے ہیں اور ہر ایک حق کا طالب ہمارے پاس رہ کر نشانوں کو دیکھ سکتا ہے گو وہ عیسائی ہو یا یہودی یا آریہ۔ یہ سب برکات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں

محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں

خدا نگو مش از ترس حق مگر بخدا
خدا نما است وجودش برائے عالمیاں

اور میں کئی مرتبہ ظاہر کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر لوگوں کی اصلاح کے لئے مسیح موعود کے نام پر مجھے بھیجا ہے اور مجھے آسمانی نشان دیئے ہیں اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس کتاب میں کچھ اپنی سوانح لکھ دوں شاید کوئی طالب حق ان میں غور کر کے کچھ فائدہ اٹھائے اور اتفاق حسنہ سے ان دنوں میں ایک صاحب حاجی محمد اسمعیل خاں نام رئیس دتاؤلی نے مجھ سے بذریعہ خط درخواست کی کہ تا میں ان کی ایک نوتالیف کتاب میں درج ہونے کے لئے مختصر طور پر اپنی سوانح لکھ دوں اور اس میں اپنا دعوے اور دلائل بھی بیان کروں۔ سو میں مناسب دیکھتا ہوں کہ وہ خط اس جگہ بھی فائدہ عام کے لئے ذیل میں درج کر دوں سو وہ مع تمہیدی عبارت کے یہ ہے

ہمارے مختصر سوانح اور مقاصد

مجھے اس وقت ایک خط مع ایک چھپی ہوئی درخواست کے حاجی محمد اسمعیل خاں صاحب رئیس دتاؤلی کی طرف سے ملا جس میں انہوں نے ظاہر کیا ہے کہ وہ ایسی کتاب لکھنا چاہتے ہیں جس میں ہندوستان اور پنجاب کے ہر ایک قسم کے مشہور آدمیوں کا تذکرہ ہو۔ اسی بناء پر انہوں نے مجھ سے بھی میرے سوانح طلب کئے ہیں اور میں نے بھی مناسب سمجھا کہ فائدہ عام کے لئے ان کی اس درخواست کے مطابق کچھ لکھوں اور ان کی کتاب میں شائع ہونے کے لئے کچھ حالات اپنے خاندان کے متعلق اور کچھ اپنی ذاتی سرگذشت اور کسی قدر اپنے دعویٰ مسیحیت اور دلائل دعویٰ کی نسبت تحریر کروں لیکن جس اختصار کی پابندی سے انہوں نے

اس کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے میں بقدر کفایت کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس مضمون کو لکھنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ خانصاحب موصوف میری چند روزہ محنت اور تکلیف کشی کا لحاظ فرما کر بنظر قدر شناسی اس کے تمام و کمال درج کرنے سے دریغ نہیں فرمائیں گے

یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک کسی شخص کے سوانح کا پورا نقشہ کھینچ کر نہ دکھلایا جائے تب تک چند سطریں جو اجمالی طور پر ہوں کچھ بھی فائدہ پبلک کو نہیں پہنچا سکتیں اور ان کے لکھنے سے کوئی نتیجہ معتدبہ پیدا نہیں ہوتا۔ سوانح نویسی سے اصل مطلب تو یہ ہے کہ تا اس زمانہ کے لوگ یا آنے والی نسلیں ان لوگوں کے واقعات زندگی پر غور کر کے کچھ نمونہ ان کے اخلاق یا ہمت یا زہد و تقویٰ یا علم و معرفت یا تائید دین یا ہمدردی بنی نوع انسان یا کسی اور قسم کی قابل تعریف ترقی کا اپنے لئے حاصل کریں اور کم سے کم یہ کہ قوم کے اولوالعزم لوگوں کے حالات معلوم کر کے اس شان و شوکت کے قائل ہو جائیں جو اسلام کے عمائد میں ہمیشہ سے پائی جاتی رہی ہے تا اس کو حمائت قوم میں مخالفین کے سامنے پیش کر سکیں اور یا یہ کہ ان لوگوں کے مرتبت یا صدق اور کذب کی نسبت کچھ رائے قائم کر سکیں اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کے لئے کسی قدر مفصل واقعات کے جاننے کی ہر ایک کو ضرورت ہوتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک نامور انسان کے واقعات پڑھنے کے وقت نہایت شوق سے اس شخص کے سوانح کو پڑھنا شروع کرتا ہے اور دل میں جوش رکھتا ہے کہ اس کے کامل حال پر اطلاع پا کر اس سے کچھ فائدہ اٹھائے۔ تب اگر ایسا اتفاق ہو کہ سوانح نویس نے نہایت اجمال پر کفایت کی ہو اور لائف کے نقشہ کو صفائی سے نہ دکھلایا ہو تو یہ شخص نہایت ملول خاطر اور منقبض ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اپنے دل میں ایسے سوانح نویس

پر اعتراض بھی کرتا ہے اور درحقیقت وہ اس اعتراض کا حق بھی رکھتا ہے کیونکہ اس وقت نہایت اشتیاق کی وجہ سے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ایک بھوکے کے آگے خوانِ نعمت رکھا جائے اور معاً ایک لقمہ اٹھانے کے ساتھ ہی اس خوان کو اٹھا لیا جائے اس لئے ان بزرگوں کا فرض ہے جو سوانح نویسی کے لئے قلم اُٹھا دیں کہ اپنی کتاب کو مفید عام اور ہر دلعزیز اور مقبول انام بنانے کے لئے نامور انسانوں کے سوانح کو صبر اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اس قدر بسط سے لکھیں اور ان کی لائف کو ایسے طور سے مکمل کر کے دکھلاویں کہ اس کا پڑھنا ان کی ملاقات کا قائم مقام ہو جائے تا اگر ایسی خوش بیانی سے کسی کا وقت خوش ہو تو اس سوانح نویس کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لئے دعا بھی کرے۔ اور صفحاتِ تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں کہ جن بزرگ محققوں نے نیک نیتی اور افادہ عام کے لئے قوم کے ممتاز شخصوں کے تذکرے لکھے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔

اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں

کہ میرا نام غلام احمدؐ میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمدؐ اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمدؐ تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل برلاس ہے* اور میرے بزرگوں کے کاغذات سے جو

---

* عرصہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے باپ دادے فارسی الاصل ہیں وہ تمام الہامات میں نے ان ہی دنوں میں براہین احمدیہ کے حصہ دوم میں درج کر دیئے تھے جن میں سے میری نسبت ایک یہ الہام ہے خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس یعنی توحید کو پکڑو (باقی صفحہ ۷ پر)

اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے اور
ان کے ساتھ قریباً دو سو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل و عیال میں سے
تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس مُلک میں داخل ہوئے اور اس
قصبہ کی جگہ میں جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ
پچاس کوس بگوشہ شمال مشرق واقعہ ہے فروکش ہو گئے۔ جس کو انہوں نے آباد
کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا جو پیچھے سے اسلام پور قاضی ماجھی کے
نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی
کی جگہ پر قاضی رہا۔ اور پھر آخر قادی بنا اور پھر اس سے بگڑ کر قادیان بن گیا۔
اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً
ساٹھ کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب ماجھہ کہلاتا تھا۔ غالباً اس وجہ سے
اس کا نام ماجھہ تھا کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی تھیں اور ماجھ زبان
ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری
کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے
مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک

بقیہ حاشیہ۔ توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ پھر دوسرا الہام میری نسبت
یہ ہے لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس یعنی اگر ایمان ثریا سے
معلق ہوتا تو یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہیں جا کر اس کو لے لیتا اور پھر ایک تیسرا الہام میری نسبت
یہ ہے ان الذین کفروا ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ یعنے جو لوگ کافر ہوئے
اس مرد نے جو فارسی الاصل ہے ان کے مذاہب کو رد کر دیا خدا اس کی کوشش کا شکر گذار ہے یہ
تمام الہامات ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے آباء اولین فارسی تھے۔ والحق ما اظہرہ اللہ۔ منہ

میں آئے۔ مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا تھا۔ پھر اس ملک میں آ کر بادشاہِ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ان کو ملے چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی قائم ہو گئی۔

سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب میرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت ۸۵ گاؤں تھے اور اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے تاہم ان کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے جو اب تک ان کے پاس ہیں۔ غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خود مختار رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دسترخوان پر روٹی کھاتے تھے اور ایک سَو کے قریب علماء اور صلحا اور حافظ قرآن شریف کے ان کے پاس رہتے تھے جن کے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو تارک نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنجوقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں اور گردونواح کے معزز مسلمان جو افغان تھے قادیان کو جو اس وقت اسلام پور کہلاتا تھا مکہ کہتے تھے کیونکہ اس پُرآشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی اور دوسری اکثر جگہوں میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی میں نے خود اس زمانہ

سے قریب زمانہ پلنے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس قدر قادیان کی عمدہ حالت بیان کرتے تھے کہ گویا وہ اس زمانہ میں ایک باغ تھا جس میں حامیان دین اور صلحاء اور علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد آدمیوں کے صدہا پودے پائے جاتے تھے اور اس نواح میں یہ واقعات نہایت مشہور ہیں کہ میرزا گل محمدؐ صاحب مرحوم مشائخ وقت کے بزرگ لوگوں میں سے اور صاحب خوارق اور کرامات تھے جن کی صحبت میں رہنے کے لئے بہت سے اہل اللہ اور صلحاء اور فضلاء قادیان میں جمع ہو گئے تھے اور عجیب تر یہ کہ کئی کرامات ان کی ایسی مشہور ہیں جن کی نسبت ایک گروہ کثیر مخالفانِ دین کا بھی گواہی دیتا رہا ہے غرض وہ علاوہ ریاست اور امارت کے اپنی دیانت اور تقویٰ اور مردانہ ہمت اور اولوالعزمی اور حمایت دین اور ہمدردی مسلمانوں کی صفت میں نہایت مشہور تھے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دور رہنے والے اور بہادر اور بارعب آدمی تھے چنانچہ میں نے کئی دفعہ اپنے والد صاحب مرحوم سے سُنا ہے کہ اس زمانہ میں ایک دفعہ ایک وزیر سلطنت مغلیہ کا قادیان میں آیا جو غیاث الدولہ کے نام سے مشہور تھا اور اس نے میرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ طریق اور بیدار مغزی اور ہمت اور اولوالعزمی اور استقلال اور عقل اور فہم اور حمایت اسلام اور جوش نصرت دین اور تقویٰ اور طہارت اور دربار کے وقار کو دیکھا اور ان کے مختصر دربار کو نہایت متین اور عقلمند اور نیک چلن اور بہادر مردوں سے پُر پایا۔ تب وہ چشم پُرآب ہو کر بولا کہ اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایسا مرد موجود ہے جس میں صفات ضروریہ سلطنت کے پائے جاتے ہیں تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کے لئے کوشش کرتا کہ ایام

کسل اور نالیاقتی اور بد وضعی ملوک چغتائیہ میں اسی کو تخت دہلی پر بٹھایا جائے۔

اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرے پردادا صاحب موصوف یعنے میرزا گل محمدؒ نے ہچکی کی بیماری سے جس کے ساتھ اور عوارض بھی تھے وفات پائی تھی۔ بیماری کے غلبہ کے وقت اطباء نے اتفاق کر کے کہا کہ اس مرض کے لئے اگر چند روز شراب کو استعمال کرایا جائے تو غالباً اس سے فائدہ ہوگا۔ مگر جرأت نہیں رکھتے تھے کہ ان کی خدمت میں عرض کریں۔ آخر بعض نے ان میں سے ایک نرم تقریر میں عرض کر دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ کو شفا دینا منظور ہو تو اس کی پیدا کردہ اور بہت سی دوائیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں اور میں خدا کی قضاؤ قدر پر راضی ہوں۔ آخر چند روز کے بعد اسی مرض سے انتقال فرما گئے۔ موت تو مقدر تھی مگر یہ ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ کے لئے یادگار رہا۔ کہ موت کو شراب پر اختیار کر لیا۔ موت سے بچنے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا لیکن انہوں نے معصیت کرنے سے موت کو بہتر سمجھا۔ افسوس ان نوابوں اور امیروں اور رئیسوں کی حالت پر کہ اس چند روزہ زندگی میں اپنے خدا اور اس کے احکام سے بکلی لاپرواہ ہو کر اور خدا تعالیٰ سے سارے علاقے توڑ کر دل کھول کر ارتکاب معصیت کرتے ہیں اور شراب کو پانی کی طرح پیتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کو نہایت پلید اور ناپاک کر کے اور عمر طبعی سے بھی محروم رہ کر اور بعض ہولناک عوارض میں مبتلا ہو کر جلد تر مر جاتے ہیں اور آئندہ نسلوں کے لئے نہایت خبیث نمونہ چھوڑ جاتے ہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ جب میرے پردادا صاحب فوت ہوئے تو بجائے

ان کے میرے دادا صاحب یعنی مرزا عطا محمد فرزند رشید ان کے گدی نشین[۱] ہوئے۔ ان کے وقت میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے لڑائی میں سکھ غالب آئے۔ دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے بہت تدبیریں کیں مگر جبکہ قضاء و قدر ان کے ارادہ کے موافق نہ تھی اس لئے ناکام رہے اور کوئی تدبیر پیش نہ گئی اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے۔ یہاں تک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس صرف ایک قادیان رہ گئی اور قادیان اس وقت ایک قلعہ کی صورت پر قصبہ تھا اور اس کے چار برج تھے اور برجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے اور چند توپیں تھیں اور فصیل بائیس فٹ کے قریب اونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھکڑے آسانی سے ایک دوسرے کے مقابل اس پر جا سکتے تھے۔ اور ایسا ہوا کہ ایک گروہ سکھوں کا جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا۔ اول فریب کی راہ سے اجازت لیکر قادیان میں داخل ہوا اور پھر قبضہ کر لیا اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند پکڑے گئے اور ان کے مال و متاع سب لوٹی گئی۔ کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کئے گئے اور جہالت اور تعصب سے باغوں کو کاٹ دیا گیا اور بعض مسجدیں جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے دھرم شالہ

---

[۱] ہمارا شجرہ نسب اس طرح پر ہے میرا نام غلام احمد ابن مرزا غلام مرتضیٰ صاحب ابن مرزا عطا محمد صاحب ابن مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا فیض محمد صاحب ابن مرزا محمد قائم صاحب ابن مرزا محمد اسلم صاحب ابن مرزا محمد دلاور صاحب ابن مرزا الہ دین صاحب ابن مرزا جعفر بیگ صاحب ابن مرزا عبد الباقی صاحب ابن مرزا محمد سلطان صاحب ابن مرزا ہادی بیگ صاحب مورث اعلیٰ۔ منہ

یعنے سکھوں کا معبد بنایا گیا۔ اس دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلایا
گیا جس میں سے پانسو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا جو نہایت بے ادبی سے
جلایا گیا۔ اور آخر سکھوں نے کچھ سوچکر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا
چنانچہ تمام مردوزن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے اور وہ پنجاب کی ایک ریاست
میں پناہ گزین ہوئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ان ہی دشمنوں کے منصوبے سے
میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی۔ پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری
زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضیٰ قادیان میں واپس آئے
اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد کے دیہات میں سے پانچ گاؤں واپس
ملے۔ کیونکہ اس عرصہ میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں
کو دبا کر ایک بڑی ریاست اپنی بنالی تھی سو ہمارے تمام دیہات بھی رنجیت سنگھ
کے قبضہ میں آگئے تھے اور لاہور سے لیکر پشاور تک اور دوسری طرف لدھیانہ
تک اس کی مُلک داری کا سلسلہ پھیل گیا تھا غرض ہماری پرانی ریاست خاک میں
مِل کر آخر پانچ گاؤں ہاتھ میں رہ گئے۔ پھر بھی بلحاظ پُرانے خاندان کے میرے
والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے گورنر
جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں[1] کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے۔
۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گزاری میں پچاس گھوڑے
مع پچاس سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس
قسم کی مدد کا عندالضرورت وعدہ بھی دیا۔ اور سرکار انگریزی کے حکّام وقت
سے بجا آوری خدمات عمدہ عمدہ چھٹیات خوشنودی مزاج ان کو ملی تھیں
چنانچہ سر لیپل گریفن صاحب نے بھی اپنی کتاب "تاریخ رئیسانِ پنجاب" میں
ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہر دلعزیز تھے اور بسا اوقات

[1] کسی کافر بادشاہ کے دربار میں کرسی نشینی کسی استحقاق کی بناء پر بڑی چیز نہیں چنانچہ حضرت
یوسف علیہ السلام شاہ مصر کے دربار میں کرسی نشین اور وزیر خزانہ کے عہدہ پر سالہا سال فائز
رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی جوانی تک فرعون کے گھر میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ پرورش پاتے رہے (ناشر)

ان کی دلجوئی کے لئے حکام[لہ] وقت ڈپٹی کمشنر و کمشنران کے مکان پر آکر انکی ملاقات کرتے تھے - یہ مختصر میرے خاندان کا حال ہے میں ضروری نہیں دیکھتا کہ اس کو بہت طول دوں -

ذاتی سوانح

اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے* - اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہ برس کا تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں تھا - میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے - ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ پا سفر بھی کیا - لیکن میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا اور یہ خدا تعالےٰ کی رحمت ہے کہ میں نے ان کے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملک داری سے کچھ حصہ پایا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شہزادگی بوجہ داؤدؑ کی نسل سے ہونے کے تھی اور ملک داری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے - ایسا ہی میرے لئے بھی بگفتن یہ بات حاصل ہے کہ ایسے رئیسوں اور ملک داروں کی اولاد میں سے ہوں شاید یہ اس لئے ہوا کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو

* نوٹ - میں توام پیدا ہوا تھا ایک لڑکی جو میرے ساتھ تھی وہ چند دنوں کے بعد فوت ہو گئی تھی - میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح پر خدا تعالےٰ نے انثیت کا مادہ مجھ سے بکلی الگ کر دیا - منہ

لہ - کیونکہ انگریز حکومت نے سکھوں کے مقابلہ میں مسلمان رعایا کے ساتھ حسن سلوک کیا تھا اس لئے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے حکم خداوندی کی رو سے اس کا بدلہ اہل اسلام پر واجب تھا (ناشر)

اگرچہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتا۔ کہ میرے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں مگر تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست اور ملک داری کی لپیٹی گئی اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آکر بالکل ختم ہوگیا اور ایسا ہوا تاکہ خدا تعالیٰ نیا سلسلہ قائم کرے جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس سبحانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہے سبحان اللّٰہِ تبارك وتعالیٰ زاد مجدك ینقطع اٰباءك ویبدء منك یعنے خدا جو بہت برکتوں والا اور بلند اور پاک ہے اس نے تیری بزرگی کو تیرے خاندان کی نسبت زیادہ کیا۔ اب سے تیرے آباء کا ذکر قطع کیا جائیگا اور خدا تجھ سے شروع کریگا اور ایسا ہی اس نے مجھے بشارت دی کہ میں تجھے برکت دونگا اور بہت برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

پھر میں پہلے سلسلہ کی طرف عود کرکے لکھتا ہوں کہ بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی۔ اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا

ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالے نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی۔ کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آئے نیز ان کا یہ بھی مطلب تھا کہ میں اس شغل سے الگ ہو کر ان کے غموم وہموم میں شریک ہو جاؤں۔ آخر ایسا ہی ہوا میرے والد صاحب اپنے بعض آباؤ اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگا دیا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔

افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا تھا۔ ان کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ تھی مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیاداروں کی طرح مجھے رو بہ خلق بناویں اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان میں آنا چاہا۔ میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہیئے مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی اور میں بیمار بھی تھا اسلئے نہ جا سکا پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا موجب ہوا اور وہ چاہتے تھے کہ

میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا اور ان کے لئے دعا میں بھی مشغول رہتا تھا اور وہ مجھے دلی یقین سے بَرّ بالوالدین جانتے تھے اور بسا اوقات کہا کرتے تھے کہ میں صرف ترحّم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف۔ صحیح اور سچ بات یہی ہے ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں۔ ایسا ہی ان کے زیر سایہ ہونے کے ایام میں چند سال تک میری عمر کراہت طبع کے ساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی۔ آخر چونکہ میرا جدا رہنا میرے والد صاحب پر بہت گراں تھا اس لئے اُن کے حکم سے جو عین میری منشاء کے موافق تھا میں نے استعفاء دیکر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سُبکدوش کر دیا اور پھر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں ان میں بہت کم ایسے ہوں گے جو پورے طور پر صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں اور جو ان ناجائز حظوظ سے اپنے تئیں بچا سکیں جو ابتلاء کے طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں میں ہمیشہ ان کے منہ دیکھ کر حیران رہا اور اکثر کو ایسا پایا کہ ان کی تمام دلی خواہشیں مال و متاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہو یا حرام کے ذریعہ سے محدود تھیں اور بہتوں کی دن رات کی کوششیں صرف اسی مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے مصروف پائیں۔ میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے کہ جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرکے اخلاق فاضلہ۔ علم اور کرم اور عفت

اور تواضع اور انکساری اور خاکساری اور ہمدردی مخلوق اور پاک باطنی اور اکل حلال اور صدق مقال اور پرہیزگاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ بلکہ بہتوں کو تکبر اور بدچلنی اور لاپروائی دینی اور طرح طرح کے اخلاق رذیلہ میں شیطان کے بھائی پایا۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسانوں کا مجھے تجربہ حاصل ہو اس لئے ہر ایک صحبت میں مجھے رہنا پڑا اور بقول صاحب مثنوی رومی وہ تمام ایام سخت کراہت اور اور درد کے ساتھ میں نے بسر کئے۔ ؎

من بہر جمعیتے نالاں شدم — جفتِ خوشحالاں و بدحالاں شدم
ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من — وز درونِ من نجُست اسرارِ من

اور جب میں حضرت والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تو بدستور ان ہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہوگیا۔ مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سنایا بھی کرتا تھا اور میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے۔ انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ کیا تھا۔ جس کا انجام آخر ناکامی تھی کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات مدت سے ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے اور ان کا واپس آنا ایک خیال خام تھا۔ اس نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حزن اور اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے اور مجھے ان حالات کو دیکھ کر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کا موقعہ حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اس بے لوث زندگی کا سبق دیتا تھا جو دنیوی کدورتوں سے پاک ہے اگرچہ حضرت مرزا صاحب

کے چند دیہات ملکیت باقی تھے اور سرکار انگریزی کی طرف سے کچھ انعام بھی سالانہ مقرر تھا اور ایام ملازمت کی پنشن بھی تھی۔ مگر جو کچھ وہ دیکھ چکے تھے اس لحاظ سے وہ سب کچھ ہیچ تھا۔ اسی وجہ سے وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے۔ اور بارہا کہتے تھے کہ جس قدر میں نے اس پلید دُنیا کے لئے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا تو شاید آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

عمر بگذشت و نماندست جُز ایامے چند
بہ کہ در یادِ کسے صبح کنم شامے چند

اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ ایک اپنا بنایا ہُوا شعر رقت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور وہ یہ ہے ؎

از درِ تو اے کسِ ہر بیکسے نیست امّیدم کہ روم نا امید

اور کبھی دردِ دل سے یہ شعر اپنا پڑھا کرتے تھے ؎

بہ آبِ دیدۂ عشّاق و خاکِ پائے کسے
مرا دلے ست کہ در خوں تپد بجائے کسے

حضرتِ عزت جلّ شانہ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں ان پر غلبہ کرتی گئی تھی۔ بارہا افسوس سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کے بیہودہ خرخشوں کے لئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی۔ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب نے یہ خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے تو میں اس وقت آپ کی طرف پیشوائی کے لئے دوڑا۔ جب قریب پہنچا تو میں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہیئے یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ

ڈالا جس میں صرف ایک روپیہ تھا اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہؤا کہ وہ کھوٹا ہے یہ دیکھکر میں چشم پُرآب ہو گیا اور پھر آنکھ کھل گئی اور پھر آپ ہی تعبیر فرمانے لگے کہ دنیا داری کے ساتھ خدا اور رسول کی محبت ایک کھوٹے روپیہ کی طرح ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخری حصّہ زندگی مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گذرا اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی تھی اور اپنے والد صاحب یعنی میرے دادا صاحب کا ایک شعر بھی سنایا کرتے تھے جس کا ایک مصرعہ راقم کو بھول گیا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ ع جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے اور یہ غم اور درد ان کا پیرانہ سالی میں بہت بڑھ گیا تھا۔ اسی خیال سے قریباً چھ ماہ پہلے حضرت والد صاحب نے اس قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی۔ جو اس جگہ کی جامع مسجد ہے اور وصیّت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو تا خدائے عزّوجلّ کا نام میرے کان میں پڑتا رہے۔ کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہمہ وجوہ مکمل ہو گئی اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں کہ حضرت والد صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہو گئے اور اس مسجد کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کیا تھا دفن کئے گئے۔ اللّٰھم ارحمہ وادخلہ الجنۃ۔ آمین۔ قریباً اسّی یا پچاسی برس کی عمر پائی۔

ان کی یہ حسرت کی باتیں کہ میں نے کیوں دنیا کے لئے وقت عزیز کھویا اب تک میرے دل پر دردناک اثر ڈال رہی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو دنیا کا طالب ہو گا۔ آخر اس حسرت کو ساتھ لے جائیگا۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھے۔

میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہو گی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہؤا۔ مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے

میں اسوقت لاہور میں تھا۔ جب مجھے یہ خواب آیا تھا۔ تب میں جلدی سے قادیان میں پہنچا اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے کیونکہ مرض کی شدت کم ہو گئی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیزان کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرا آرام کر لو۔ کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور گرمی سخت پڑتی تھی میں آرام کے لئے ایک چوبارہ میں چلا گیا اور ایک نوکر پیر دبانے لگا کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہُوا وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء و قدر کا مبدا ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا۔ اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائیگا سبحان اللہ کیا شانِ خداوندِ عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے پر افسوس کرتا ہوا فوت ہُوا ہے اس کی وفات کو عزا پرسی کے طور پر بیان فرماتا ہے اس بات سے اکثر لوگ تعجب کریں گے کہ خدا تعالےٰ کی عزا پرسی کیا معنے رکھتی ہے۔ مگر یاد رہے کہ حضرت عزت جلشانہ' جب کسی کو نظرِ رحمت سے دیکھتا ہے تو ایک دوست کی طرح ایسے معاملات اس سے کرتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ کا ہنسنا بھی جو حدیثوں میں آیا ہے انہی معنوں کے لحاظ سے ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مجھے حضرت والد صاحب مرحوم کی وفات کی نسبت اللہ جلشانہ کی طرف سے یہ الہام ہُوا جو میں نے ابھی ذکر کیا ہے تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئیگا۔ تب اسی وقت یہ دوسرا

الہام ہوا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنے کیا خدا تعالےٰ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے۔ اور اس الہام نے عجب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کی طرح میرے دل میں دھنس گیا پس مجھے اس خدائے عزوجل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کرکے دکھلایا کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا میرا وہ ایسا متکفل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفل نہیں ہوگا میرے پر اس کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ بالکل محال ہے کہ میں ان کا شمار کرسکوں اور میرے والد صاحب اسی دن بعد غروبِ آفتاب فوت ہوگئے یہ ایک پہلا دن تھا جو میں نے بذریعہ خدا کے الہام کے ایسا رحمت کا نشان دیکھا جس کی نسبت میں خیال نہیں کرسکتا کہ میری زندگی میں کبھی منقطع ہو میں نے اس الہام کو انہی دنوں میں ایک نگینہ میں کھدوا کر اس کی انگشتری بنائی جو بڑی حفاظت سے اب تک رکھی ہوئی ہے غرض میری زندگی قریب چالیس برس کے زیرِسایہ والد بزرگوار کے گذری ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کرسکتا۔ کہ میرا کونسا عمل تھا جس کی وجہ سے یہ عنایت الٰہی شاملِ حال ہوئی۔ صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں کہ فطرتاً میرے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے جو کسی چیز کے روکنے سے رُک نہیں سکتی۔ سو یہ اسی کی عنایت ہے۔ میں نے کبھی ریاضات شاقہ بھی نہیں کیں اور نہ زمانہ حال کے بعض صوفیوں کی طرح مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا اور نہ گوشہ گزینی کے التزام سے کوئی چلہ کشی کی اور نہ خلافِ سُنت کوئی ایسا عمل رہبانیت کیا۔ جس پر خدا تعالےٰ کے کلام کو اعتراض ہو بلکہ میں ہمیشہ ایسے فقیروں اور بدعت شعار لوگوں سے بیزار رہا جو انواع اقسام

کے بدعات میں مبتلا ہیں ہاں حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ ان کا زمانہ وفات بہت نزدیک تھا ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوارِ سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں سنتِ اہل بیتِ رسالت کو بجا لاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجا لانا بہتر ہے پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو میں نے پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کے لئے تاکید کر دی تھی دے دیتا۔ اور اس طرح تمام دن روزہ میں گذارتا اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھا لیتا ہوں مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں ہے بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں۔ سو اس روز سے میں کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ میں تمام رات دن میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کر سکتا خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسنین و علی

رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی غرض اسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے۔ اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سُرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے جن میں سے بعض چمکدار سفید اور بعض سبز اور بعض سُرخ تھے ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہو گئی یہ روحانی اُمور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔

غرض اس مُدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے وہ انواع و اقسام کے مکاشفات تھے ایک اور فائدہ مجھے یہ حاصل ہوا کہ میں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو ایسا پایا کہ میں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کر سکتا ہوں میں نے کئی دفعہ خیال کیا کہ اگر ایک موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو میرے ساتھ فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے تو قبل اس کے کہ مجھے کھانے کے لئے کچھ اضطرار ہو وہ فوت ہو جائے۔ اس سے مجھے یہ بھی ثبوت ملا کہ انسان کس حد تک فاقہ کشی میں ترقی کر سکتا ہے اور جب تک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہو جائے میرا یقین ہے کہ ایسا تنعّم پسند روحانی منازل کے لائق نہیں ہو سکتا لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے اور نہ میں نے

اپنی مرضی سے ایسا کیا۔ میں نے کئی جاہل درویش ایسے بھی دیکھے ہیں جنہوں نے شدید ریاضتیں اختیار کیں اور آخر یبوست دماغ سے وہ مجنون ہو گئے اور بقیہ عمر ان کی دیوانہ پن میں گذری یا دوسرے امراض سل اور دق وغیرہ میں مبتلا ہو گئے۔ انسانوں کے دماغی قویٰ ایک طرز کے نہیں ہیں پس ایسے اشخاص جن کے فطرتاً قویٰ ضعیف ہیں ان کو کسی قسم کا مجاہدہ موافق نہیں پڑ سکتا اور جلد تر کسی خطرناک بیماری میں پڑ جاتے ہیں۔ سو بہتر ہے کہ انسان اپنی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے اور دین العجائز اختیار رکھے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہام ہو اور شریعت غرّا اسلام سے منافی نہ ہو تو اس کو بجا لانا ضروری ہے لیکن آج کل کے اکثر نادان فقیر جو مجاہدات سکھلاتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس ان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

یاد رہے کہ میں نے کشف صریح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ یا نو ماہ تک لیا اور بھوک اور پیاس کا مزا چکھا اور پھر اس طریق کو علی الدوام بجا لانا چھوڑ دیا اور کبھی کبھی اس کو اختیار بھی کیا یہ تو سب کچھ ہوا لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا سو وہ حصہ ان دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلاء کے دشنام اور دلآزاری سے مل گیا اور جس قدر یہ حصہ بھی مجھے ملا میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم ہی کسی کو ملا ہوگا میرے لئے تکفیر کے فتوے تیار ہو کر مجھے تمام مشرکوں اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا اور قوم کے سفہائے نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کے سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی سو میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ دونوں قسم کی سختی سے میرا امتحان کیا گیا۔

اور پھر جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا۔ تو خدا تعالےٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ الرحمٰن علم القرآن لتنذر قوماً ما انذر اباءھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المؤمنین یعنے خدا تعالےٰ نے تجھے قرآن سکھلایا اور اس کے صحیح معنے تیرے پر کھولدیئے یہ اس لئے ہوا کہ تا تو ان لوگوں کو بد انجام سے ڈراوے کہ جو بباعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جاوے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہدے کہ میں مامور من اللہ اور اول المومنین ہوں"۔ اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے جو ان ہی دنوں میں جس کو آج اٹھارہ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ میں نے تالیف کر کے شائع کی تھی اس کتاب کے الہامات پر نظر غور ڈالنے سے ہر ایک کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ خدا نے کیوں اور کس غرض سے مجھے اس خدمت پر مامور کیا اور کیا حالت موجودہ زمانہ کی اور صدی کا سر اس بات کو چاہتا تھا یا نہیں؟ کہ کوئی شخص ایسے غربت اسلام کے زمانہ اور کثرت بدعات اور سخت بارش بیرونی حملوں کے دنوں میں خدا تعالےٰ کی طرف سے تائید اور تجدید دین کیلئے آوے۔

اور اس جگہ یہ بات بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اس ملک کے اکثر علماء میرے دعویٰ مجدد ہونے کی تصدیق کرتے تھے اور کم سے کم یہ کہ نہایت حسن ظن سے میرے الہامات پر بڑے بڑے سخت متعصّبوں کو بھی کوئی جرح نہ تھی اور اکثر ان میں سے بڑی خوشی سے کہتے تھے کہ خدا نے اسلام کے لئے چودھویں صدی کو مبارک کیا۔ کہ اپنی طرف سے ایک مجدد بھیجا

اور بعض نے ان میں سے نہایت اخلاص سے براہین احمدیہ کا ریویو بھی لکھا اور اس میں اس قدر میری تعریف کی کہ جس قدر ایک انسان کسی کامل درجہ کے راستباز اور پاک باطن اور خدا رسیدہ اور ہمدردِ اسلام کی تعریف کر سکتا ہے حالانکہ اس مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسےٰ اور مسیح موعود رکھا ہے غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعوئ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا اور صرف مجدد چودھویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ اکثر ان میں مصدق اور مطیع رہے مگر اس دعوئ مسیحیت کے وقت میں عجب طور کا شور علماء میں پھیلا اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع اقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکہ دیا اور بعض نے ان میں سے میری تکفیر کے بارے میں استفتاء طیار کیا۔ اور بڑی کوشش کر کے صدہا کم فہم اور موٹی عقل والے لوگوں کے اس پر دستخط کرائے مگر جیسا کہ پہلے آثار نبویہ میں لکھا گیا تھا کہ "اس آنے والے امام موعود کی تکفیر ہوگی" اس پیشگوئی کو پورا کیا کیونکہ ان پاک نوشتوں کا پورا ہونا ضروری تھا اور تعجب کہ مسیح موعود ہونیکے دعویٰ میں کوئی ایسی نئی بات نہیں تھی کہ جو براہین احمدیہ میں اسوقت سے اٹھارہ برس پہلے درج نہیں ہو چکی تھی مگر پھر بھی نادان مولویوں نے اس دعویٰ پر بڑا شور برپا کیا آخر ان کی فتنہ انگیزیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ گھر گھر میں عداوت پڑ گئی مسلمانوں کا ایک گروہ میرے ساتھ ہو گیا اور ایک گروہ کج فہم مولویوں کے پیچھے لگا اور ایک گروہ ایسا رہا کہ نہ موافق اور نہ مخالف اور اگرچہ ہمارا گروہ ابھی بکثرت دنیا میں نہیں پھیلا لیکن پشاور سے لیکر بمبئی اور کلکتہ اور حیدرآباد دکن اور بعض دیارِ عرب تک ہمارے پیرو دنیا میں پھیل گئے پہلے یہ گروہ پنجاب میں بڑھتا پھولتا

گیا۔ اور اب میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان کے اکثر حصوں میں ترقی کر رہا ہے ہمارے گروہ میں عوام کم اور خواص زیادہ ہیں اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدہ دار ہیں جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیلدار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں۔ ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ ایف اے۔ بی اے اور ایم اے اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں غرض ایسے لوگ جو عقل اور علم اور عزت اور اقبال رکھتے تھے۔ یا بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی کی طرف سے مامور تھے یا رئیس اور جاگیردار اور تعلقہ دار اور نوابوں کی اولاد تھے اور یا ہندوستان کے قطبوں اور غوثوں کی نسل تھے جن کے بزرگوں کو لاکھوں انسان اعلیٰ درجہ کے ولی اور قطب وقت سمجھتے تھے وہ لوگ اس جماعت میں داخل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور قدرت نے مولویوں کو ان کے ارادوں میں نامراد رکھ کر ہماری جماعت کو فوق العادت ترقی دی ہے اور دے رہا ہے۔ وہ لوگ جو درحقیقت پارسا طبع اور خداترس اور نوع انسان سے ہمدردی کرنے والے اور دین کی ترقی کے لئے بدل و جان کوشش کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی عظمت کو دل میں بٹھانے والے اور عقلمند اور ذی فہم اور اولوالعزم اور خدا اور رسول سے سچی محبت رکھنے والے ہیں وہ اس جماعت میں بکثرت پائے جائیں گے میں دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم اس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اس جماعت کو بڑھاوے اور برکت دے اور زمین کے کناروں تک سعادت مند انسانوں کو کھینچ کر داخل کرے۔ [۱]

اس جگہ اس بات کا لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرا یہ دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور احادیث نبویہ کی متواتر پیشگوئیوں کو پڑھ کر ہر ایک شخص

[۱] الحمد للہ تعالیٰ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آج سے ساٹھ سال پہلے کی فرمائی ہوئی یہ بات پوری ہو رہی ہے اور زمین کے کناروں سے سعید طبع روحیں کھنچ کھنچ کر آپ کے غلاموں میں شامل

ہے ہیں کی زبان [illegible]

اس بات کا منتظر تھا۔ کہ کب وہ بشارتیں ظہور میں آتی ہیں بہت سے اہل کشف نے خدا تعالےٰ سے الہام پاکر خبر دی تھی کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظہور کریگا اور یہ پیشگوئی اگرچہ قرآن شریف میں صرف اجمالی طور پر پائی جاتی ہے مگر احادیث کے رُو سے اس قدر تواتر تک پہنچی ہے کہ جس کا کذب عند العقل ممتنع ہے۔ اگر تواتر کچھ چیز ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی پیشگوئیوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلیں کوئی ایسی پیشگوئی نہیں جو اس درجہ تواتر پر ہو جیسا کہ اس پیشگوئی میں پایا جاتا ہے جس شخص کو اسلامی تاریخ سے خبر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اسلامی پیشگوئیوں میں سے کوئی ایسی پیشگوئی نہیں جو تواتر کے رو سے اس پیشگوئی سے بڑھ کر ہو یہاں تک کہ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص اس پیشگوئی کا انکار کرے اس کے کفر کا اندیشہ ہے کیونکہ متواترات سے انکار کرنا گویا اسلام کا انکار ہے لیکن افسوس ہے کہ باوجود اس تواتر کے ہمارے زمانہ فیج اعوج کے علماء نے اس پیشگوئی کے صحیح معنے سمجھنے میں بڑا دھوکہ کھایا ہے اور بباعث سخت غلط فہمی کے اپنے عقیدہ میں قابل شرم تناقضات جمع کر لئے ہیں یعنی ایک طرف تو قرآن شریف پر ایمان لاکر اور احادیث صحیحہ کو تسلیم کر کے یہ ماننا پڑا کہ حضرت عیسےٰ درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور دوسری طرف یہ عقیدہ بھی انہوں نے رکھا کہ کسی زمانہ میں خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے اور وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ فوت نہیں ہوئے اور پھر ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء قرار دیا اور دوسری طرف یہ عقیدہ بھی رکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک نبی آنے والا ہے یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام جو کہ نبی ہیں اور ایک طرف یہ عقیدہ رکھا کہ مسیح موعود دجال کے وقت آئیگا اور دجال کا تمام روئے زمین پر بجز حرمین شریفین تسلط ہو جائیگا اور دوسری طرف بموجب حدیث

صحیح مرفوع متصل صحیح بخاری اس بات کو بھی انہیں ماننا پڑا کہ مسیح موعود صلیب کے غلبہ کے وقت آئیگا یعنے اس وقت جبکہ عیسائی مذہب دنیا میں زور کے ساتھ پھیلا ہوا ہوگا اور عیسائی طاقت اور دولت سب طاقتوں اور دولتوں سے بڑھی ہوئی ہوگی اور پھر ایک طرف یہ عقیدہ رکھنا پڑا کہ مسیح اپنے وقت کا حاکم اور امام اور مہدی ہوگا اور پھر دوسری طرف یہ عقیدہ رکھا کہ مسیح مہدی اور امام نہیں بلکہ مہدی کوئی اور ہوگا جو بنی فاطمہ میں سے ہوگا غرض اس قسم کے بہت سے تناقضات جمع کر کے اس پیشگوئی کی صحت کی نسبت لوگوں کو تذبذب اور شک میں ڈال دیا۔ کیونکہ جو امر کئی تناقضات کا مجموعہ ہو ممکن نہیں کہ وہ صحیح ہو۔ پھر اہل عقل لوگ کیونکر اس کو قبول کر سکیں اور کیونکر اپنے جوہر عقل کو پیروں کے نیچے کچل کر اس ٹیڑھے طریق پر قدم ماریں۔ اسی وجہ سے حال کے ان نوتعلیم یافتہ لوگوں کو جو نیچر اور قانون قدرت اور عقلی نظام کو واقعات کی صحت یا عدم صحت کے لئے ایک معیار قرار دیتے ہیں۔ اس پیشگوئی سے باوجود اعلیٰ درجہ کے تواتر کے جو اس میں ہے انکار کرنا پڑا۔ اور درحقیقت اگر اس پیشگوئی کے یہی معنے کئے جائیں کہ جو اس قدر تناقضات کو اپنے اندر رکھتے ہیں تو انسانی عقل ان تناقضات کی تطبیق سے عاجز آکر آخر اس پریشانی سے رہائی اسی میں دیکھتی ہے کہ اس پیشگوئی کی صحت سے بھی انکار کرے سو یہی سبب تھا۔ کہ نیچر اور عقل کے دلدادہ باوجود پیشگوئی کے اس قدر تواتر کے اس عظیم الشان پیشگوئی سے انکاری ہو گئے لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے بھی انکار کرنے میں بڑی شتاب کاری سے کام لیا ہے کیونکہ اخبار متواترہ سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا اور جو خبر تواتر کے درجہ پر پہنچ جائے ممکن نہیں کہ اس میں کذب کا شائبہ ہو پس طریق انصاف اور حق پرستی یہ تھا۔ کہ خبر متواتر کو رد نہ کرتے ہاں ان معنوں کو رد کر دیتے جو نادان مولویوں نے کئے

جن سے کئی قسم کے تناقض لازم آئے اور کئی تناقض جمع بھی کر لیئے اور درحقیقت یہ ناقص الفہم مولویوں کا قصور ہے جو انہوں نے ایک سیدھی اور صاف پیشگوئی کے ایسے معنے کر کے جو تناقضات کا مجموعہ تھے محقق طبع لوگوں کو بڑی پریشانی اور سرگردانی میں ڈال دیا۔ اب خدا تعالےٰ نے اس کے سچے اور فصیح معنے کھولکر جو تناقضات اور نامعقولیت سے بالکل پاک ہیں ہر ایک انصاف پسند محقق کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ اس خبر متواتر کو مان کر اس کے مصداق کی تلاش میں لگ جائے اور خدا تعالےٰ کی صریح پیشگوئی سے انکار کر کے مکذبین میں داخل نہ ہو

اس بیان کی تفصیل یہ ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشگوئی کی معقولیت کو کھولدیا اور ظاہر فرما دیا کہ مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا اسی رنگ اور طریق سے مقدر تھا جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا گیا تھا۔ کیونکہ صحیفہ ملاکی میں اس بات کا بہ تصریح ذکر تھا۔ کہ وہ مسیح موعود جس کا یہودیوں کو انتظار تھا وہ دنیا میں نہیں آئے گا۔ جب تک کہ ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آلے۔ اگر ہمارے مخالفین میں سعادت اور حق جوئی کا مادہ ہوتا تو وہ ملاکی نبی کی اس پیشگوئی سے جس پر یہود اور نصاریٰ دونوں کا اتفاق ہے بہت فائدہ اٹھاتے کیونکہ صحیفہ ملاکی کی ظاہر نص کے لحاظ سے ضرور کہنا پڑتا ہے کہ ایلیا اب تک دنیا میں واپس نہیں آیا حالانکہ حضرت مسیح کو دنیا میں آئے ہوئے قریباً انیس سو برس کے ہو گئے پس اگر جیسا کہ ملاکی کے ظاہر الفاظ سے نکلتا ہے جس پر علماء یہود آج تک بڑے زور سے جمے بیٹھے ہیں یہی صحیح ہے کہ ضرور مسیح سے پہلے ایلیا نبی کا بذاتہٖ دوبارہ دنیا میں آنا ضروری ہے تو اس صورت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سچے نبی نہیں ٹھہر سکتے اور سچے اسی حالت میں ٹھہر سکتے ہیں کہ جب ایلیا نبی کے واپس آنے کی کوئی تاویل کی جائے یعنی یہ

کہ ایلیا کے دوبارہ آنے سے کسی مثیلِ ایلیا کا آنا مراد لیا جائے اور وہ مثیل یوحنا تھا یعنی یحییٰ ذکریا کا بیٹا۔ جیسا کہ یہی تاویل یہودیوں کے مطالبہ کے وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بھی کی اور اس تاویل سے جو ایک نبی کے منہ سے ثابت ہوئی صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ مسیح کا دنیا میں دوبارہ آنا بھی ایلیا کے دوبارہ آنے کی مانند ہے اور ایک نظیر جو قائم ہو چکی ہے اس سے منہ پھیرنا اور ظاہری معنے کرکے کئی تناقضات کو اپنے عقیدہ میں جمع کر لینا یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کو عقل اور فہم سے بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ پیشگوئیوں پر اکثر مجازات اور استعارات غالب ہوتے ہیں اور اس سے زیادہ کوئی حماقت نہیں ہوگی کہ پیشگوئی کے کسی لفظ کو اس حالت میں بھی ظاہر پر حمل کیا جائے کہ جبکہ ظاہر پر حمل کرنے سے کئی تناقضات جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی عادت سے تو یہود ہلاک ہوئے۔

اور مسیح کے بارے میں ایسی ہی ایک اور پیشگوئی تھی کہ وہ بادشاہ ہوگا اور کافروں سے لڑیگا۔ سو یہودیوں نے اس سے بھی ٹھوکر کھائی کیونکہ مسیح کو ظاہری بادشاہت نہیں ملی اسی واسطے اب تک یہودی کہتے ہیں کہ جو مسیح کے حق میں پیشگوئیاں تھیں آج تک ایک حرف بھی ان میں سے پورا نہیں ہوا۔ یہی حجت یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آگے پیش کی تھی اور بار بار جتلایا تھا کہ سچے مسیح سے پہلے ایلیا کا دوبارہ دنیا میں آنا ضروری ہے نہ یہ کہ کوئی اس کا مثیل آوے کیونکہ ملاکی نبی کی کتاب میں ایلیا نبی کا بذاتہٖ واپس آنا لکھا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ اس کا کوئی مثیل آویگا۔ لیکن حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے ان کو یہ جواب دیا کہ ایلیا نبی کے دوبارہ آنے سے مراد ان کے مثیل کا آنا ہے جو ان کی خُو اور طبیعت پر ہو اور بیان کیا کہ وہ شخص یوحنا ذکریا کا بیٹا یعنی یحییٰ ہے۔ اور بادشاہی کی نسبت انہوں نے یہ تاویل کی تھی کہ میری آسمانی بادشاہت ہے

زمینی نہیں ہے اور ان تاویلوں کو یہودیوں نے نہایت بعید اور تکلفات رکیکہ سمجھا تھا۔ اور اب تک یہی سمجھ رہے ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں کے ظاہر الفاظ پر زور مارتے تھے اور بظاہر یہودی لوگ سچ پر معلوم ہوتے تھے اس لئے کہ وہ لوگ کتب مقدسہ کے نصوص صریحہ پیش کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تاویلات سے کام لیتے تھے جو رکیک اور خفیف معلوم ہوتی تھیں۔

ہمارے علماء بڑے خوش قسمت ہوتے اگر وہ ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصے کو یاد کر کے اس سے نصیحت پکڑتے اور حضرت عیسےٰ کے آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کے وہی معنے کرتے جو خود حضرت عیسےٰ نے ایلیا نبی کے دوبارہ نازل ہونے کے معنے کئے ہیں کاش وہ اس بات کو سوچتے کہ یہ راقم جو نزول مسیح کے معنے کرتا ہے وہ نئے معنے نہیں ہیں بلکہ وہی معنے ہیں جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زبان سے پہلے نکل چکے ہیں۔ کیونکہ نزول مسیح ابن مریم کا مقدمہ نزول ایلیا نبی کے مقدمہ سے بالکل ہم شکل ہے پس جس حالت میں آج تک یہودیوں کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی کہ ایلیا نبی آسمان سے اترتا اور اسی وجہ سے وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے منکر رہے تو ان مولویوں کی تمنا کیونکر پوری ہو سکتی ہے کہ کسی وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام خود آسمان سے نازل ہوگا۔ عقلمند وہ ہے جو دوسرے کے ٹھوکر کھانے سے عبرت پکڑے۔ یہودی جو حضرت عیسےٰ پر ایمان لانے سے بے نصیب رہے۔ اس کی یہی وجہ وہ آج تک بیان کرتے ہیں کہ ان کو ملاکی نبی کی پیشگوئی تاکیداً سنائی گئی تھی کہ جب تک ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آئے وہ مسیح نہیں آئیگا جس کا ان کو وعدہ دیا گیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ وہ مسیح بادشاہ کی صورت میں ظاہر ہوگا مگر یہ دونوں پیشگوئیاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر صادق نہ آئیں اسی لئے یہودی آج تک اسی بات کو روتے ہیں کہ ہم کیونکر یسوع بن مریم کو

مان لیں حالانکہ نہ ایلیا نبی اس سے پہلے آیا اور نہ وہ بادشاہ کی صورت میں ظاہر ہؤا۔ اور بظاہر یہودی حق پر معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں کے نصوص صریحہ سے یہی نکلتا ہے کہ درحقیقت مسیح سے پہلے ایلیا نبی آئیگا اور آخر مسیح بادشاہ ہو کر آئے گا۔

غرض یہ ایک ایسا مقدمہ تھا کہ مسیح موعود کے نزول اور دوسری علامات کو اس مقدمہ نے صاف کر دیا تھا اور منصفوں کے لیئے ایلیا نبی کے نزول کی طرز مسیح کے نزول کے لیئے ایک تشفی بخش نظیر تھی۔ مگر تعصب انسان کو نابینا کر دیتا ہے۔ زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ صحیح بخاری میں صاف لکھا تھا۔ کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی وہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا اور اسی طرح صحیح مسلم میں فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ لکھا تھا یعنی مسیح تم میں سے ایک امتی آدمی ہوگا اور تمہارا امام ہوگا۔ کیا یہ باتیں تسلی پانے کے لیئے کافی نہ تھیں۔ کیا یہ امر تسلی بخش نہ تھا۔ کہ قرآن نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا فوت ہو جانا بیان فرمایا۔ حدیثوں میں ان کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس لکھ کر یہ اشارہ فرمایا کہ وہ ۱۲۰ سنہ عیسوی میں ضرور فوت ہو گئے ہیں توفی کے معنے مارنا بیان فرمایا گیا اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ نے صاف طور پر خبر دیدی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور وہ جھگڑا جو اس سے پہلے ہو چکا ہے جو یہود اور حضرت عیسےٰؑ میں ایلیا نبی کے نزول کے بارے میں تھا۔ کوئی ایسا مسلمان نہیں کہ اس میں یہود کو سچا قرار دے۔ سو دنیا میں دوبارہ آنے کے معنے جو ایک نبی نے کئے۔ وہی معنے ہم حضرت عیسےٰ کے نزول کے بارے میں کرتے ہیں۔ مگر ہمارے مخالف مولوی جو معنے کرتے ہیں ان کے پاس ان معنوں کی کوئی سند موجود نہیں۔

اب سوچنا چاہیئے کہ ہم تو اس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی پہلی کتابوں میں نظیر موجود ہے اور جس کا قرآن مصدّق ہے اور ہمارے مخالف حضرت عیسٰی کے نزول کے بارے میں اس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی تمام انبیاء کے سلسلہ میں کوئی نظیر موجود نہیں اور قرآن اس کا مکذّب ہے پھر ہمارے مخالف جبکہ اس بحث میں عاجز آجاتے ہیں تو افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے **نبوت**[1] کا دعویٰ کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افتراء ہیں ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقاید اہل سنت کے قائل ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ ہمارے مخالف اپنی جہالت سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے نزول کا حقیقی طور پر انتظار کرتے ہیں اور ہم **بروزی** طور پر جیسا کہ تمام متصوّفین کا مذہب ہے۔ اور ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔

رہی یہ بات کہ میرے اس دعوئے مسیح ہونے پر دلیل کیا ہے تو واضح ہو کہ آثار صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص عیسائیت کے فتنہ کے وقت عیسٰے پرستی کے فتنہ کو دور کرنے کے لئے صدی کے سر پر بطور مجدّد کے ظاہر ہوگا۔ اسی مجدّد کا نام مسیح ہے۔ پھر بعد اس کے حدیث کی غلط فہمی سے عوام نے یوں سمجھ لیا کہ خود حضرت عیسٰے علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر صدی کا مجدّد ہوگا اور صدی کے سر پر آئیگا۔ اور اکثر علماء کی یہی رائے قائم ہوئی کہ وہ چودھویں صدی ہوگی لیکن اس خیال میں یہ غلطی ہوئی کہ اصل منشاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ جس مجدّد کو اس امت کے مجدّدوں میں سے

[1] غیر احمدی علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف تشریعی نبوّت کا دعویٰ بطور افتراء منسوب کر کے عوام کو بھڑکاتے اور ورغلاتے رہتے ہیں اور اس طرح غلط فہمی میں مبتلا کر کے احمدیت سے منحرف کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے رفقائے عبد اللطیف شاہ ہے)

عیسائی حملوں کی مدافعت میں اسلام کی نصرت کرنی پڑے گی اس کا نام بلحاظ عیسائیت کی اصلاح کے مسیح ہوگا - مگر ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا - کہ خود مسیح کسی زمانہ میں آسمان سے اتریگا - حالانکہ یہ صریح غلطی ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فصیح اور پُر حکمت بیان میں یہ غیر موزون اور بے تعلق اور غیر معقول بات ہرگز مقصود نہ تھی کہ ایک نبی جو اپنی زندگی کے دن پورے کر کے عادتُ اللہ کے موافق خدا تعالے اور نعیم آخرت کی طرف بلا یا گیا پھر وہ اس دار تکالیف اور دار الفتن میں بھیجا جائیگا - اور وہ نبوّت[۱] جس پر مُہر لگ چکی ہے اور وہ کتاب جو خاتم الکتب ہے فضیلت ختمیّت سے محروم رہ جائے گی - بلکہ نہایت لطیف استعارہ کے طور پر یہ پیشگوئی کی گئی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا - کہ جب عیسائی لوگ اپنی مخلوق پرستی اور صلیب کے باطل خیالات میں انتہا درجہ کے تعصّب تک پہنچ جائیں گے - اور اپنی کمال تحریف اور دجل کی وجہ سے مسیح دجّال ہو جائیں گے تب خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کی اصلاح کے لئے ایک آسمانی مسیح پیدا کریگا جو دلائل شافیہ سے ان کی صلیب کو توڑ دیگا -

اس پیشگوئی کے سمجھنے میں اہل عقل اور تدبّر کرنے والوں کے لئے کچھ بھی دِقت نہ تھی - کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ مقدسہ ایسے صاف تھے کہ خود اس مطلب کی طرف رہبری کرتے تھے - کہ ہرگز اس پیشگوئی میں نبی اسرائیلی کا دوبارہ دنیا میں آنا مراد نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ایسی مشہور تھی - کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا - اور قرآن شریف

[۱] حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں اور رسولوں کی طرح ختم کر دیا اس لئے جیسے حضرت عیسےٰ کے علاوہ دوسرا کوئی نبی نہیں آسکتا حضرت عیسےٰ بھی نہیں آسکتے - (ناشر)

جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت[1] ختم ہو چکی ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ کوئی نبی نبوّت کے حقیقی معنوں کے رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تشریف لاوے۔ اس سے تو تمام تار و پود اسلام درہم برہم ہو جاتا تھا اور یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ نبوّت سے معطّل ہو کر آئے گا۔ نہایت بے حیائی اور گستاخی کا کلمہ ہے کیا خدا تعالےٰ کے مقبول اور مقرّب نبی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام جیسے اپنی نبوّت سے معطّل ہو سکتے ہیں؟ پھر کونسا راہ اور طریق تھا کہ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آتے۔ غرض قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام خاتم النبیّین رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرت نے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ کوئی نبی نبوّت کے حقیقی معنوں کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا اور پھر اس بات کو زیادہ واضح کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور صحیح مسلم کی حدیث فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ جو عین مقام ذکر مسیح موعود میں ہے صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ وہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔

پھر دوسرا فیصلہ جو اس بارے میں قرآن اور حدیث نے کر دیا یہ موجود تھا۔ کہ قرآن شریف نے صاف صاف لفظوں میں فرما دیا

[1] یعنی نئی شریعت کے ساتھ کسی نبی کا آنا بند ہے ہاں صاحب کثرت مکالمہ و مخاطبہ وجود پیدا ہو سکتے ہیں (ناشر)

ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں - دیکھو آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي
صاف ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام وفات پا گئے ہیں
اور صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور نیز حدیث
نبوی سے اس بات کا ثبوت دیدیا ہے کہ اس جگہ توفّی کے
معنے مار دینے کے ہیں - اور یہ کہنا بے جا ہے کہ یہ لفظ تَوَفَّيْتَنِي
جو ماضی کے صیغہ میں آیا ہے - دراصل اس جگہ مضارع کے معنے دیتا
ہے - یعنی ابھی نہیں مرے - بلکہ آخری زمانہ میں جاکر مریں گے - کیونکہ
آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام جناب الٰہی میں
عرض کرتے ہیں کہ میری امت کے لوگ میری زندگی میں نہیں بگڑے بلکہ
میری موت کے بعد بگڑے ہیں - پس اگر فرض کیا جائے - کہ اب تک حضرت عیسٰے
علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اب تک نصارٰی
بھی نہیں بگڑے - کیونکہ آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا کہ نصارٰی کا بگڑنا
حضرت عیسٰے علیہ السلام کی موت کے بعد ہے اور اس سے زیادہ اور کوئی
سخت بے ایمانی نہیں ہوگی کہ ایسی نصِ صریح سے انکار کیا جائے

اب جس حالت میں قرآن شریف کے صاف لفظوں سے حضرت
عیسٰے علیہ السلام کی موت ہی ثابت ہوتی ہے اور دوسری طرف
قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین
رکھتا ہے - اور حدیث ان دونوں باتوں کی مصدق ہے اور ساتھ ہی
حدیث نبوی یہ بھی بتلا رہی ہے کہ آنے والا مسیح اس امت میں
سے ہوگا گو کسی قوم کا ہو - تو اس جگہ طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ
باوجود ایسی نصوصِ صریح کے جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات

اور آنے والے مسیح کے اُمتی ہونے پر دلالت کرتی تھیں پھر کیوں اس بات پر اجماع ہو گیا۔ کہ درحقیقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے اُتر آئیں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر میں جو شخص اجماع کا دعوےٰ کرتا ہے وہ سخت نادان یا سخت خیانت پیشہ اور دروغ گو ہے۔ کیونکہ صحابہؓ کو اس پیشگوئی کی تفاصیل کی ضرورت نہ تھی وہ بلاشبہ بموجب آیت فلمّا توفیتنی اس بات پر ایمان لاتے تھے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تبھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اس بات کا احساس کر کے کہ بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات میں شک رکھتے ہیں زور سے بیان کیا کہ کوئی بھی نبی زندہ نہیں ہے۔ سب فوت ہو گئے اور یہ آیت پڑھی کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور کسی نے ان کے اس بیان پر انکار نہ کیا پھر ماسوا اس کے امام مالک جیسا امام عالم حدیث وقرآن ومتقی اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں ایسا ہی امام ابن حزم جن کی جلالتِ شان محتاج بیان نہیں۔ قائل وفات مسیح ہیں اسی طرح امام بخاری جن کی کتاب بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔ ایسا ہی فاضل و محدّث ومفسر ابن تیمیہؒ وابن قیمؒ جو اپنے اپنے وقت کے امام ہیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں ایسا ہی رئیس المتصوفین شیخ محی الدین ابن العربی صریح اور صاف لفظوں سے اپنی تفسیر میں وفات حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تصریح فرماتے ہیں۔

اسی طرح اور بڑے بڑے فاضل اور محدّث اور مفسّر برابر یہ گواہی دیتے آئے ہیں اور فرقہ معتزلہ کے تمام اکابر اور امام یہی مذہب رکھتے ہیں پھر کس قدر افترا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا اجماعی عقیدہ قرار دیا جائے بلکہ یہ اُس زمانہ کے عوام الناس کے خیالات ہیں۔ جبکہ ہزارہا بدعات دین میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اور یہ وسط کا زمانہ تھا۔ جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے اور فیج اعوج کے لوگوں کی نسبت فرمایا ہے کہ لَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان میں سے ہوں ان لوگوں نے اس عقیدہ کو اختیار کرنے سے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے اور وہاں قریباً انیس سو برس سے زندہ بجسم عنصری موجود ہیں اور پھر کسی وقت زمین پر واپس آئیں گے قرآن شریف کی چار جگہ مخالفت کی ہے اوّل یہ کہ قرآن شریف صریح لفظوں سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات ظاہر فرماتا ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یہ لوگ ان کے زندہ ہونے کے قائل ہیں دوسرے یہ کہ قرآن شریف صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کوئی انسان بجز زمین کے کسی اور جگہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَ فِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ یعنے تم زمین میں ہی زندہ رہو گے اور زمین میں ہی مرو گے اور زمین سے ہی نکالے جاؤ گے مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ "نہیں اس زمین اور کرہ ہوا سے باہر بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے جیسا کہ اب تک جو قریباً انیسویں صدی گذرتی ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں حالانکہ زمین

پر جو قرآن کے رو سے انسانوں کے زندہ رہنے کی جگہ ہے۔ باوجود زندگی کے قائم رکھنے کے سامانوں کے کوئی شخص انیس سو برس تک ابتدا سے آج تک کبھی زندہ نہیں رہا۔ تو پھر آسمان پر انیس سو برس تک زندگی بسر کرنا باوجود اس امر کے کہ قرآن کے رُو سے ایک قدرِ قلیل بھی بغیر زمین کے انسان زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کس قدر خلاف نصوص صریحہ قرآن ہے۔ جس پر ہمارے مخالف ناحق اصرار کر رہے ہیں **تیسرے** یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ کسی انسان کا آسمان پر چڑھ جانا عادۃ اللہ کے مخالف ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّی هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا۔ لیکن ہمارے مخالف حضرت عیسےٰ کو ان کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھاتے ہیں۔ **چوتھے** یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ مگر ہمارے مخالف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خاتم الانبیاء ٹھہراتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ وہاں حقیقی[1] مراد ہے اب ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوّت کے ساتھ دنیا میں آئے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں؟ نبی ہونے کی حالت میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام نبوّت کے لوازم سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں۔

غرض ان لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کر کے چار طور سے قرآن شریف کی مخالفت کی ہے اور پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری

---

[1] مسیح محمدی کے متعلق صحیح مسلم میں جو چار بار نبی اللہ کے الفاظ آئے ہیں اس سے مراد صرف کثرت مکالمات الٰہیہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اسے حاصل ہونگے جیسے محدثین اور متکلمین کو قلت کے ساتھ تیرہ سو سال سے حاصل ہوتے رہے ہیں (ناشر)

کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاوراتِ عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی واردِ شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اترے ہیں اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا۔ کہ یہ شخص آسمان سے اترا ہے اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسےٰؑ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے۔ تو ہم ایسے شخص کو بیسؔ ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا۔ اور تمام اپنی کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں۔ تسلی کر لیں۔

افسوس ہے کہ ہمارے سادہ لوح علماء صرف نزول کا لفظ احادیث میں دیکھ کر اس بلا میں گرفتار ہو گئے ہیں کہ خواہ مخواہ امیدیں باندھ رہے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے واپس آئیں گے اور وہ دن ایک بڑے تماشے اور نظارہ کا دن ہوگا۔ کہ ان کے دائیں بائیں فرشتے ساتھ ساتھ ہوں گے۔ جو ان کو آسمان سے اٹھا کر لائیں گے۔ افسوس کہ یہ لوگ کتابیں تو پڑھتے ہیں۔ مگر آنکھ

ؔ قریباً ساٹھ سال کا زمانہ گزر جانے کے باوجود کسی غیر احمدی عالم نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا نہ ہی حضرت عیسےٰؑ کے جسمِ خاکی کے ساتھ دوسرے یا چوتھے آسمان پر چڑھ جانے کے الفاظ کسی صحیح یا وضعی حدیث میں دکھلائے (ناشر)

بند کرکے ۔ فرشتے تو ہر ایک انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور بموجب حدیث صحیح کے طالب علموں پر اپنے پروں کا سایہ ڈالتے ہیں ۔ اگر مسیح کو فرشتے اٹھائیں تو کیوں نرالے طور پر اس بات کو مانا جائے ۔ قرآن شریف سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ ہر ایک شخص کو خدا تعالیٰ اٹھائے پھرتا ہے حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مگر کیا خدا کسی کو نظر آتا ہے؟ یہ سب استعارات ہیں ۔ مگر ایک بیوقوف فرقہ چاہتا ہے کہ ان کو حقیقت کے رنگ میں دیکھیں اور اس طرح پر ناحق مخالفوں کو اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں ۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر حدیثوں کا مقصد یہ تھا کہ وہی مسیح جو آسمان پر گیا تھا ۔ واپس آئے گا تو اس صورت میں نزول کا لفظ بولنا بے محل تھا ۔ ایسے موقعہ پر جیسے جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے عرب کے فصیح لوگ رجوع بولا کرتے ہیں نہ کہ نزول پھر کیونکر ایسا غیر فصیح اور بے محل لفظ اس افصح الفصحا اور اعرف الناس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے جو تمام فصحاء کا سردار ہے ۔

ایک بڑا دھوکہ ان کم فہم علماء کو یہ لگا ہوا ہے کہ جب قرآن شریف میں یہ لوگ یہ آیت پڑھتے ہیں کہ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور نیز یہ آیت کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ تو اپنی غایت درجہ کی نادانی سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ نفی قتل اور نفی صلیب اور لفظ رفع اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یہود کے ہاتھ سے بچ کر اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے ۔ گویا بجز آسمان کے اور کوئی جگہ

ان کے پوشیدہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو زمین پر نہیں ملتی تھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے ہاتھ سے محفوظ رکھنے کے لئے تو ایک وحشت ناک اور سانپوں سے بھری ہوئی غار کفایت ہوگئی مگر مسیح کے دشمن زمین پر اس کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ خواہ اللہ تعالےٰ ان کو بچانے کے لئے زمین پر کیسی ہی تدبیر کرتا۔ اس لئے مجبوراً یہودیوں سے اللہ تعالےٰ نے نعوذ باللہ عاجز آکر ان کے لئے آسمان تجویز کیا۔ قرآن میں تو رفع الی السماء کا ذکر بھی نہیں بلکہ رفع الی اللہ کا ذکر ہے جو ہر ایک مومن کے لئے ہوتا ہے۔

یہ لوگ یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر یہی قصہ صحیح ہے تو قرآن شریف نے جو اس قصہ کو لکھا تو ان آیات کی شان نزول کیا تھی اور کونسا جھگڑا یہود اور نصارٰے میں حضرت عیسےٰ کے آسمان پر مع جسم عنصری کے جانے کے متعلق تھا۔ جس جھگڑے کو قرآن شریف نے ان آیات کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہا۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے اختلافات کو حق اور راستی کے ساتھ فیصلہ کرے۔ سو یاد رہے کہ یہود اور نصارٰے میں جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت اختلاف تھا اور اب بھی ہے۔ وہ اختلاف ان کے رفع روحانی کے بارے میں ہے یہود نے صلیب دیئے جانے سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ حضرت عیسےٰ کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ اور نعوذ باللہ وہ ملعون ہیں۔ کیونکہ ان کے مذہب کے رُو سے ہر ایک مومن کا مرنے کے بعد خدا تعالےٰ کی طرف رفع ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے

اس کا خدا تعالےٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ یعنے وہ شخص لعنتی ہوتا ہے
پس یہودیوں کی یہی حجت تھی۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مصلوب ہو گئے
اس لئے ان کا رفع روحانی نہیں ہوا اور وہ لعنتی ہیں اور نالائق عیسائیوں
نے بھی تین دن کے لئے حضرت عیسےٰ کو رفع سے محروم سمجھا اور لعنتی ٹھہرایا
اب قرآن شریف کا اس ذکر سے مدعا یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کے روحانی
رفع پر گواہی دے سو اللہ تعالےٰ نے مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کہکر نفی
صلیب کی اور پھر اس کا یہ نتیجہ نکالا کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔ اور
اس طرح پر جھگڑے کا فیصلہ کر دیا۔

اب انصافاً دیکھو کہ اس جگہ رفع جسمانی کا تعلق اور واسطہ کیا
ہے۔ یہودیوں میں سے اب تک لاکھوں تک زندہ موجود ہیں ان
کے عالموں فاضلوں کو پوچھ لو کہ کیا آپ لوگ حضرت عیسےٰ علیہ السلام
کے مصلوب ہونے سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ان کا رفع روحانی نہیں
ہوا۔ یا یہ کہ ان کا رفع جسمانی نہیں ہوا۔ ایسا ہی یہود یہ کہتے تھے۔ کہ
سچا مسیح اس وقت آئے گا کہ جب ایلیا نبی ملاکی کی پیشگوئی کے موافق
دوبارہ دنیا میں آجائے گا۔ پھر جبکہ خدا تعالےٰ نے اپنی کمال حکمت
سے جس کی حقیقت انسانوں پر نہیں کھل سکتی۔ یہود کو اس امتحان
میں ڈالا کہ ایلیا نبی جس کا ان کو انتظار تھا آسمان سے نازل نہ ہوا
اور حضرت ابن مریم نے مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ تو یہ دعوےٰ
یہودیوں کو خلافِ نصوص صریحہ معلوم ہوا اور انہوں نے کہا۔ کہ
اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر نعوذ باللہ توریت باطل ہے۔ اور ممکن
نہیں کہ خدا کی کتابیں باطل ہوں۔ پس تمام جڑ انکار کی یہی تھی

اسی وجہ سے یہودی حضرت مسیح کے سخت دشمن ہو گئے۔ اور ان کو کافر اور مرتد اور دجال اور ملحد کہنے لگے۔ اور تمام علماء کا فتویٰ ان کے کفر پر ہو گیا۔ اور ان میں زاہد اور راہب اور ربانی بھی تھے وہ سب ان کے کفر پر متفق ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ یہ شخص ظاہر نصوص کو چھوڑتا ہے یہ تمام فتنہ صرف اس بات سے پڑا کہ حضرت مسیح نے ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کے بارے میں یہ تاویل پیش کی تھی کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جو اس کی خو اور طبیعت پر ہو اور وہ یوحنا یعنی یحییٰ ذکریا کا بیٹا ہے" مگر یہ تاویل یہودیوں کو پسند نہ آئی اور جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے انہوں نے ان کو ملحد قرار دیا۔ کہ جو نصوص کو ان کے ظاہر سے پھیرتا ہے لیکن چونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام درحقیقت سچا نبی تھا اور ان کی تاویل بھی گو بظاہر کیسی ہی بعید از قیاس تھی مگر خدا تعالےٰ کے نزدیک درست تھی اس لئے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بھی خیال تھا کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو راستبازی کے انوار کیوں اس میں پائے جاتے ہیں اور کیوں سچے رسولوں کی طرح اس سے نشان ظاہر ہوتے ہیں پس اس خیال کے دُور کرنے ... کے لئے یہودیوں کے مولوی ہر وقت اسی تدبیر میں لگے ہوتے تھے کہ کسی طرح عوام کو یہ یقین دلایا جائے کہ یہ شخص نعوذ باللہ کاذب اور ملعون ہے آخر ان کو یہ بات سوجھی کہ اگر اس کو صلیب دی جائے تو البتہ ہر ایک پر صاف طور پر ثابت ہو جائے گا کہ یہ شخص نعوذ باللہ لعنتی اور اس رفع سے بے نصیب ہے جو راستبازوں کا خدا تعالےٰ کی طرف ہوتا ہے اور اس سے اس کا کاذب ہونا ثابت ہوگا کیونکہ توریت میں یہ لکھا تھا۔ کہ جو شخص صلیب پر کھینچا جائے وہ لعنتی

ہے یعنی اس کا خدا تعالےٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ سو انہوں نے اپنی دانست میں ایسا ہی کیا۔ یعنی صلیب دیا اور یہ امر نصاریٰ پر بھی مشتبہ ہوگیا اور انہوں نے بھی گمان کیا کہ حضرت مسیح حقیقت میں مصلوب ہوگئے ہیں اور پھر اس اعتقاد سے یہ دوسرا عقیدہ بھی انہیں اختیار کرنا پڑا کہ وہ لعنتی بھی ہیں۔ مگر لعنت کو چھپانے کے لئے اور اس کا کلنک دُور کرنے کے لئے یہ تجویز سوچی گئی۔ کہ ان کو خدا تعالےٰ کا بیٹا بنایا جائے ایسا بیٹا جس نے دنیا کے تمام گنہگاروں کی لعنتیں اپنے سر پر اٹھالیں اور بجائے دوسرے ملعونوں کے آپ ملعون بن گیا اور پھر ملعونوں کی موت سے مرا۔ یعنی مصلوب ہوا۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں قدیم سے یہ رسم تھی کہ جرائم پیشہ اور قتل کے مجرموں کو بذریعہ صلیب ہی ہلاک کیا کرتے تھے اس مناسبت سے صلیبی موت لعنتی موت شمار کی گئی تھی۔ مگر عیسائیوں کو یہ بڑا دھوکا لگا کہ انہوں نے اپنے پیرو مرشد اور نبی کو ملعون ٹھہرایا۔ وہ بہت ہی شرمندہ ہوں گے۔ جب وہ اس بات میں غور کریں گے کہ لعنت کا مفہوم لغت کی رُو سے اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص ملعون درحقیقت خدا سے مرتد ہوگیا ہو۔ کیونکہ لعنت ایک خدا کا فعل ہے اور یہ فعل انسان کے اس فعل کے بعد ظہور میں آتا ہے کہ جب انسان عمداً بے ایمان ہو کر خدا تعالےٰ سے تمام تعلقات توڑ دے اور خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اس سے بیزار ہو جائے۔ سو جب ایسے شخص سے خدا بھی بیزار ہو جائے۔ اور اس کو اپنی درگاہ سے ردّ کر دے اور اس کو دشمن پکڑے تو اس صورت میں اس مردود کا نام ملعون ہوتا ہے اور یہ امر ضروری ہوتا ہے کہ یہ شخص ملعون خدا سے بیزار ہو اور خدا تعالیٰ اس سے

بیزار ہو۔ اور شخص ملعون خدا تعالےٰ کا دشمن ہو جائے اور خدا تعالیٰ اس کا دشمن ہو جائے اور شخص ملعون خدا تعالیٰ کی معرفت سے بکلی بے نصیب ہو جائے اور اندھا اور گمراہ ہو جائے اور ایک ذرہ خدا کی محبت اس کے دل میں نہ رہے اسی لئے لغت کے رو سے لعین شیطان کا نام ہے۔

پس ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بالکل اس تہمت سے پاک ہیں کہ نعوذ باللہ ان کو ملعون کہا جائے اور رفع الی اللہ سے ان کو بے نصیب سمجھا جائے لیکن عیسائیوں نے اپنی حماقت سے اور یہودیوں نے اپنی شرارت سے ان کو ملعون قرار دیا اور جیسا ہم لکھ چکے ہیں لعنت کا لفظ رفع کے لفظ کا نقیض ہے پس اس سے یہ لازم آیا کہ وہ نعوذ باللہ موت کے بعد خدا کی طرف نہیں بلکہ جہنم کی طرف گئے کیونکہ لعنتی یعنی وہ شخص جس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہ ہو وہ جہنم کی طرف جاتا ہے۔ یہ متفق علیہ اہل اسلام اور یہود کا عقیدہ ہے۔ اسی لئے نصاریٰ کو یہ عقیدہ رکھنا پڑا کہ حضرت عیسےٰ مرنے کے بعد تین دن تک جہنم میں رہے بہر حال ایک سچے نبی کی ان دونوں قوموں نے بڑی بے ادبی کی اسلئے خدا تعالےٰ نے چاہا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اس الزام سے بری کرے پس اول تو خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں یہ فرمایا کہ مسیح ابن مریم درحقیقت سچا نبی اور وجیہہ اور خدا تعالےٰ کے مقربوں میں سے تھا اور پھر یہود اور نصاریٰ کے اس وسوسہ کو بھی دور کیا کہ وہ مصلوب ہو کر لعنتی ہوا اور فرمایا وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم اور یہ بھی فرما دیا کہ بل رفعہ اللہ الیہ پس اس طرح پر وہ لعنت اور عدم رفع کی تہمت جو چھ سو برس سے یہود اور نصاریٰ کی طرف سے

ان پر وارد کی گئی تھی اس کو دور فرما دیا۔ سو ان آیات کی شان نزول یہی ہے کہ اُس وقت کے یہود اور نصاریٰ حضرت مسیح کو ملعون خیال کرتے تھے اور نہایت ضروری تھا کہ ان شریروں اور احمقوں کی غلطی ظاہر کر کے ان کے جھوٹے الزام سے حضرت مسیح کو بری کر دیا جائے پس اس ضرورت کے لئے قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا کہ مسیح مصلوب نہیں ہؤا اور جبکہ مصلوب نہ ہؤا تو یہ اعتراض سراسر غلط ٹھہرا کہ خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہؤا اور نعوذ باللہ وہ ملعون ہؤا۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے اور مقربوں کی طرح اس کو بھی رفع کی خلعت سے ممتاز کیا اور خدا تعالےٰ نے اس فیصلہ میں حضرت عیسےٰ کے ملعون اور غیر مرفوع ہونے کے بارے میں عیسائیوں اور یہودیوں دونوں کو جھوٹا ٹھہرایا۔

اب اس تمام تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ کی بریت اور ان کا صادق اور غیر کاذب ہونا جسمانی رفع پر موقوف نہ تھا اور جسمانی رفع کے نہ ہونے سے ان کا کاذب اور ملعون ہونا لازم نہ آتا تھا کیونکہ اگر صادق اور مقرب الٰہی ہونے کے لئے جسمانی رفع کی ضرورت ہے تو بموجب عقیدہ ان نادان علماء کے لازم آتا ہے کہ صرف حضرت عیسےٰ ہی خدا کے مقرب ہوں اور باقی تمام نبی جن کا جسمانی رفع جسم عنصری کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف نہیں ہؤا وہ نعوذ باللہ قرب الٰہی سے بے نصیب ہوں۔ اور جبکہ جسمانی رفع کچھ شے نہ تھا اور کسی نبی کے صادق اور مقرب الٰہی ہونے کے لئے جسمانی طور پر اس کا آسمان پر جانا ضروری نہ تھا تو کیونکر ممکن تھا کہ خدا کے کلام میں جو پُر حکمت ہے یہ فضول اور لغو اور بے تعلق جھگڑا شروع کیا جاتا۔ حالانکہ یہود کا یہ مدعا اور مقصود

نہ تھا کہ حضرت مسیح کے رفع جسمانی میں بحث کریں اور ایسی بحث سے
ان کو کچھ حاصل نہ تھا۔ ان کا تمام مقصد جس کے لئے ان کی قوم میں معاندانہ
جوش پیدا ہوا تھا اور اب تک ہے صرف یہ تھا کہ وہ ان کے مصلوب
ہونے سے یہ نتیجہ نکالیں کہ ان کا روحانی رفع نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے
انہوں نے اپنی دانست میں ان کو صلیب دیا اور توریت میں اس بات
کی صاف تصریح ہے کہ جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے یعنی صلیب دیا جائے
وہ لعنتی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب اس کو میسر نہیں ہوتا۔ دوسرے
لفظوں میں یہ کہ اس کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا بلکہ اسفل السافلین میں
گرایا جاتا ہے پس یہ صلیب کا لفظ اور جو اس کا نتیجہ لعنت بیان کیا گیا ہے
یہی پکار پکار کر گواہی دے رہا ہے کہ یہود کا تمام شور و غوغا اس وقت یہی
تھا کہ صلیب ملنے سے مسیح کا لعنتی ہونا ثابت ہے اور لعنتی ہونے سے
عدم رفع ثابت۔ پس جو جھوٹا الزام لگایا گیا تھا خدا نے اسی کا فیصلہ
کرنا تھا۔ ہاں اگر مصلوب ہونے کا نتیجہ توریت کی رو سے یہ بیان کیا جاتا
کہ جو شخص مصلوب ہو اس کا جسمانی رفع نہیں ہوتا۔ تو ممکن تھا کہ خدا تعالیٰ
مسیح کو جسمانی طور پر آسمان پر پہنچاتا اور کچھ بھی شُبہ نہ رہنے دیتا مگر اب تو
یہ خیال سراسر بے تعلق اور اصل جھگڑے اور اس کے فیصلہ سے کچھ
لگاؤ نہیں رکھتا اور خدا تعالیٰ کی شان اس سے منزّہ ہے کہ بیہودہ اور لغو
اور بے تعلق امر کی بحث میں اپنے تئیں ڈالے۔ خدا کی تعلیمیں نجات اور
قُرب الٰہی کی راہیں بتلاتی ہیں اور ان الزاموں کا بنیوں سے ذبّ اور
دفع کرتی ہیں۔ جن کی رو سے ان کے مقرب اور ناجی ہونے پر حرف آتا
ہے۔ مگر آسمان پر اس جسم کے ساتھ چڑھ جانا نجات اور قرب الٰہی سے کچھ

تعلق نہیں رکھتا ورنہ ماننا پڑتا ہے کہ بجز حضرت مسیح کے نعوذ باللہ باقی تمام نبی نجات اور قرب الٰہی سے محروم ہیں۔ اور یہ خیال صریح کفر ہے۔

ہمارے نادان مولوی اتنا بھی نہیں سوچتے کہ یہ تمام جھگڑا رفع اور عدم رفع کا صلیب کے مقدمہ سے شروع ہوا ہے یعنی توریت نے صلیب پر مرنے والوں کو روحانی رفع سے محروم ٹھہرایا ہے پھر اگر توریت کے معنے یہ کئے جائیں کہ صلیب پر مرنے والا رفع جسمانی سے بے نصیب رہتا ہے تو ایسے عدم رفع سے نبیوں اور تمام مومنوں کا کیا ہرج ہے ہاں اگر یہ فرض کریں کہ نجات کے لئے رفع جسمانی شرط ہے تو نعوذ باللہ ماننا پڑتا ہے کہ بجز مسیح تمام انبیاء نجات سے محروم ہیں اور اگر رفع جسمانی کو نجات اور ایمان اور نیک بختی اور مراتب قرب سے کچھ بھی تعلق نہیں جیسا کہ فی الواقعہ یہی سچ ہے تو قرآن کے لفظ رفع کو اصل مقصد اور مراد سے پھیر کر اور اس کی شان نزول سے لاپرواہ ہو کر خود بخود رفع جسمانی مراد لے لینا کس قدر گمراہی ہے۔ قرآن شریف میں تو یہ بھی ہے کہ خدا تعالےٰ نے بلعم کا رفع کرنا چاہا تھا لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا تو کیا اس جگہ بھی یہ کہو گے کہ اللہ تعالےٰ کا ارادہ تھا کہ بلعم کو بجسم عنصری آسمان پر اٹھا وے۔ سو ہر ایک شخص یاد رکھے اور بے ایمانی کی راہ کو اختیار نہ کرے کہ قرآن شریف میں ہر ایک جگہ رفع سے مراد رفع روحانی ہے۔

بعض نادان کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں یہ آیت بھی ہے کہ رفعناہ مکاناً علیاً اور اس پر خود تراشیدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ادریس تھا۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے مع جسم آسمان پر اٹھا لیا تھا

لیکن یاد رہے کہ یہ قصہ بھی حضرت عیسٰے علیہ السّلام کے قصے کی طرح ہمارے کم فہم علماء کی غلطی ہے اور اصل حال یہ ہے کہ اس جگہ بھی رفع روحانی ہی مراد ہے۔ تمام مومنوں اور رسولوں اور نبیوں کا مرنے کے بعد رفع روحانی ہوتا ہے اور کافر کا رفع روحانی نہیں ہوتا۔ چنانچہ آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ کا اسی کی طرف اشارہ ہے اور اگر حضرت ادریسؑ مع جسم عنصری آسمان پر گئے تو بموجب نص صریح آیت فِيْهَا تَحْيَوْنَ جیسا کہ حضرت مسیح کا آسمانوں پر سکونت اختیار کر لینا ممتنع تھا ایسا ہی ان کا بھی آسمان پر ٹھہرنا ممتنع ہے کیونکہ خدا تعالےٰ اس آیت میں قطعی فیصلہ دے چکا ہے کہ کوئی شخص آسمان پر زندگی بسر نہیں کر سکتا بلکہ تمام انسانوں کے لئے زندہ رہنے کی جگہ زمین ہے۔

علاوہ اس آیت کے دوسرے فقرہ میں جو فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ ہے یعنی زمین پر ہی مروگے صاف فرمایا گیا ہے کہ ہر ایک شخص کی موت زمین پر ہوگی۔ پس اس سے ہمارے مخالفوں کا یہ عقیدہ رکھنا بھی لازم آیا کہ کسی وقت حضرت ادریس بھی آسمان پر سے نازل ہوں گے حالانکہ دنیا میں یہ کسی کا عقیدہ نہیں۔ اور طرفہ یہ کہ زمین پر حضرت ادریسؑ کی قبر بھی موجود ہے۔

بعض علماء ان پختہ ثبوتوں سے تنگ آکر یہ کہتے ہیں کہ فرض کیا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام مر گئے مگر کیا اللہ تعالےٰ قادر نہیں کہ آخری زمانہ میں ان کو پھر زندہ کرے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ قطع نظر اس بات کے کہ قرآن شریف کے رو سے مردہ کا زندہ ہو کر دنیا میں آکر آباد ہونا بالکل ممتنع ہے اور آیت فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ اس

دوبارہ روح کے آنے سے مانع ہے پھر اگر بطور فرض محال مان بھی لیں
کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہو کر آئیں گے تو ہمیں کسی حدیث یا اثر صحابی سے
نشان بتلانا چاہیئے۔ کہ کونسی قبر پھٹے گی۔ جس سے وہ زندہ ہو کر نکل
آئیں گے افسوس کہ ہمارے مخالف ایک جھوٹے عقیدہ میں پھنسکر ناحق
گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں ان لوگوں نے ایسے بیہودہ اور لغو عقاید سے
دین کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور مخالفوں کو اعتراض کرنے کا موقعہ
دیا ہے۔ ایک فرقہ مسلمانوں کا جو نیچر اور قانون قدرت کا عاشق ہو رہا
ہے وہ ان ہی لوگوں کی نہایت غیر معقول تقریروں سے مسیح کے دوبارہ
آنے کی پیشگوئیوں سے منکر ہو گیا جو اسلامی تواریخ میں اعلیٰ درجہ کے تواتر
پر ہیں۔ کیونکہ جبکہ ان لوگوں نے جو نو تعلیمیافتہ اور محققانہ طرز پر خیالات
رکھتے تھے ان لوگوں کی یہ تقریریں سنیں کہ آخری زمانہ میں ایک دجّال
پیدا ہوگا جس کا گدھا قریبًا تین سو ہاتھ لمبا ہوگا اور وہ دجال اپنے اختیار
سے مینہ برسائیگا اور آفتاب نکالے گا اور مُردے زندہ کریگا اور بہشت
اور دوزخ اس کے ساتھ ہوں گے اور خدا کی تمام چیزوں اور دریاؤں
اور ہواؤں اور آگ اور خاک اور چاند اور سورج وغیرہ مخلوقات پر اس کی
حکومت ہوگی۔ اور ایک آنکھ سے کانا اور ایک آنکھ میں پھولا ہوگا اور خدا
کے پرستار اس کے وقت میں تنگی اور امساک باراں سے مریں گے۔ ان
کی دعا بھی قبول نہیں ہوگی۔ اور دجّال کے پرستار بڑے مزے میں
ہونگے عین وقتوں پر دجّال ان کے کھیتوں میں مینہ برسا دیگا اور پھر آسمان
سے مسیح بڑی شان سے اتریگا۔ دائیں بائیں اس کے فرشتے ہوں گے جہاں
تک اس کا سانس پہنچے گا۔ کافر لوگ اس سے مریں گے۔ مگر دجال کو اپنے

سانس سے مار نہیں سکے گا۔ آخر بڑے جدوجہد اور جانکاہی کے حربہ کے ساتھ اس کا کام تمام کریگا۔" ان تقریروں سے نو تعلیم یافتہ لوگ بہت گھبرائے اور درحقیقت گھبرانے کا محل تھا۔ کیونکہ اگر دجال ایسا ہی ذوالاقتدار ہے۔ تو جس حالت میں کہ مخلوق پرست لوگ بغیر اس کے کہ اپنے معبودوں سے کوئی خدائی کا کرشمہ دیکھیں ناحق مخلوق پرستی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور کروڑہا تک ان کی نوبت پہنچ گئی ہے تو پھر ایسا شخص کہ جو درحقیقت خدائی کی قدرتیں دکھلائے گا اس کے پرستاروں کا کہاں تک شمار پہنچے گا۔ اور ایسے لوگوں کو کیوں معذور نہ سمجھا جائے جنہوں نے اس کی پوری خدائی دیکھ لی ہو گی دیکھو مسیح ابن مریم دنیا میں آکر ایک چوہا بھی پیدا نہ کر سکا۔ تب بھی چالیس کروڑ کے قریب مخلوق پرست لوگ اس کی پوجا کر رہے ہیں۔ پھر ایسا شخص جس کے ہاتھ میں خدا کی قدرت کا تمام نظام ہو گا وہ کس قدر دنیا میں فتنہ ڈال سکتا ہے اور خدائے کریم و رحیم کی سنت اور عادت سے بالکل بعید ہے کہ ایسے ایمان سوز فتنہ میں لوگوں کو مبتلا کرے۔ اس سے تو نعوذ باللہ قرآن شریف کی ساری توحید خاک میں ملتی ہے اور تمام فرقانی تعلیم درہم برہم ہو جاتی ہے۔ پھر کیونکر ایسا دجال اہل عقل اور بصیرت کو سمجھ آ سکتا۔ اسی طرح مسیح ابن مریم کا برخلاف نصوص صریحہ کتاب اللہ کے صدہا برس آسمان پر زندگی بسر کرنے اور پھر ملائکہ کے گروہ میں ایک مجمع عظیم میں نازل ہونا اور سانس سے تمام کافروں کو مارنا اور یہ نظارہ دنیا کے لوگوں کو دکھائی دینا جو ایمان بالغیب کے بھی منافی ہے۔ درحقیقت ایسا ہی امر تھا جو نیچر اور قانون قدرت کے ماننے والے اس سے انکار کرتے۔ کیونکہ

اس قسم کے معجزات کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں اور قرآن اس کا مکذب ہے جیسا کہ آیت قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ الخ الآیۃ سے ظاہر ہے۔

سو یہ تمام گناہ ہمارے علماء کی گردن پر ہے کہ دجال کو خدائی کا پورا جامہ پہنا کر اور مسیح کو ایسی طرز پر آسمان سے اتار کر جس کی نظیر تمام سلسلہ معجزات اور قانون قدرت میں نہیں پائی جاتی۔ محققوں کو نہایت توحش اور حیرانی میں ڈال دیا۔ آخر وہ بیچارے ان دونوں پیشگوئیوں سے منکر ہو گئے۔ حالانکہ یہ دونوں پیشگوئیاں اسلامی تواریخ اور احادیث اور آثار صحابہ میں اس درجہ تواتر پر ہیں کہ یہ تواتر کسی دوسری پیشگوئی میں نہیں پایا جاتا اور کوئی عقلمند اخبار متواترہ سے انکار نہیں کر سکتا پس اگر یہ نافہم علماء ان پیشگوئیوں کے سیدھے اور صحیح معنی کرتے تو یہ فرقہ لائق رحم اس بلائے انکار میں نہ پڑتا۔ اور ان عقلمندوں پر ہرگز امید نہ تھی۔ کہ اگر وہ سیدھے اور صاف اور قریب قیاس معنی پاتے تو اس اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی کو جس پر اسلام کے تمام فرقوں کا اتفاق ہے بلکہ نصاریٰ کی انجیل بھی اس پر گواہ ہے رد کر دیتے۔ کیونکہ دجال کے یہ سیدھے معنے ہیں جو خود دجل کے لفظ سے ہی معلوم ہو رہے ہیں یعنی یہ کہ جو فروش گندم نما کے طور پر دھوکہ دہی کے پیشہ کو کمال کی حد تک پہنچانا یہی معنے پیشگوئیوں میں مقصود ہیں کہ کوئی معقول پسند ان کے ماننے میں تامل نہیں کر سکتا اور اسی دجالیت کے لحاظ سے حدیثوں میں دو قسم کے صفات دجال معہود کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نبوت کا دعوےٰ کرے گا اور دوسرے یہ کہ وہ خدائی کا دعوےٰ کریگا۔ ان دونوں باتوں کو اگر حقیقت پر حمل کیا جائے۔ تو

کسی طرح تطبیق ممکن نہیں کیونکہ نبوّت کا دعویٰ اس بات کو مستلزم ہے کہ شخص مدعی خدا تعالیٰ کا قائل ہو اور خدائی کا دعویٰ اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا بن بیٹھے اور کسی دوسرے خدا کا قائل نہ ہو پس یہ دونوں دعوے ایک شخص سے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

پس اصل بات یہ ہے کہ دجّال ایک شخص کا نام نہیں ہے لغت عرب کی رُو سے دجّال اس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدین ظاہر کرے مگر دراصل نہ امین ہو اور نہ متدین ہو۔ بلکہ اس کی ہر ایک بات میں دھوکہ دہی اور فریب دہی ہو۔ سو یہ صفت عیسائیوں کے اس گروہ میں ہے جو پادری کہلاتے ہیں۔ اور وہ گروہ جو طرح طرح کی کلوں اور صنعتوں اور خدائی کاموں کو اپنے ہاتھ میں لینے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جو یورپ کے فلاسفر ہیں۔ وہ اس وجہ سے دجّال ہیں۔ کہ خدا کے بندوں کو اپنے کاموں سے اور نیز اپنے بلند دعووں سے اس دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ گویا کارخانہ خدائی میں ان کو دخل ہے اور پادریوں کا گروہ اس وجہ سے نبوّت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ کہ وہ لوگ اصل آسمانی انجیل کو گم کر کے محرّف اور مغشوش مضمون بنام نہاد ترجمہ انجیل کے دنیا میں پھیلاتے ہیں اور اگر اس انجیل کا مطالبہ کیا جائے جو حضرت عیسےٰؑ کی تین برس کی الہامی کلام تھی جس کی نسبت وہ بیان کرتے ہیں کہ "میں کچھ نہیں کہتا مگر وہی جو خدا نے مجھ کو کہا" تو اس کا کچھ بھی پتہ نہیں بتلا سکتے۔ کہ وہ کتاب کہاں غائب ہو گئی اور یہ ترجمے جو پیش کرتے ہیں تو بلاشبہ یہ ان کی اپنی طبعزاد انجیلیں ہیں جن کی صحت کا وہ کچھ بھی ثبوت نہیں دے سکتے۔ پس جس گستاخی اور دلیری سے وہ

ان بے اصل تراجم کو شائع کر رہے ہیں۔ یہی فعل ان کا دوسرے لفظوں میں گویا نبوت کا دعوےٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے جعلسازی سے نبوت کے منصب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے جو چاہتے ہیں ترجمہ کے بہانہ سے لکھ دیتے ہیں اور پھر اس کو خدا تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں پس یہ طریق ان کا نبوت کے دعوے سے مشابہ ہے اور اس دام میں گرفتار اکثر عوام عیسائی ہیں اور یہ دجل پادریوں کا منصب ہے۔

اور دجال کی دوسری جزو جن کے افعال خدائی کے دعوےٰ سے مشابہ ہیں اور جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے یورپ کے فلاسفروں اور کلوں کے ایجاد کرنے والوں کا گروہ ہے جنہوں نے اسباب اور علل کے پیدا کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور بہت سی کامیابیوں کی وجہ سے آخر اس ردی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کی قدرت اور اس پر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے اور اس گروہ کے تابع اکثر یورپ کے خواص عیسائی ہیں اور وہ دن رات ان تلاشوں میں لگے ہوئے ہیں کہ ہم خود ہی کسی طرح پر اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں بارش برسا دیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا کر دیں اور جب چاہیں کسی کو عقیمہ بنا دیں پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعوےٰ ہے۔

غرض دجال کی نبوت اور الوہیت کے دعوے کے یہ ایک ایسے معنے ہیں کہ کوئی دانشمند اس سے انکار نہیں کر سکتا اور بلاشبہ پادریوں نے نبوت کی امانت میں جو الہام اور وحی الٰہی ہے ایسی بے جا دست اندازی کی ہے۔ کہ ایک مدعی کے طور پر منصب نبوت میں

ہاتھ ڈالا ہے۔ اور ہر ایک ترجمہ جو انجیل کے نام سے یہ لوگ شائع کرتے ہیں وہ گویا ایک نئی انجیل ہوتی ہے جو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں اگر خدا تعالےٰ کا خوف ہوتا۔ تو جس قدر ترجمے شائع کئے گئے ہیں ساتھ ان کے اصل کو بھی شائع کرتے۔ جیسا کہ قرآن شریف کے شائع کرنے میں مسلمانوں کا طریق ہے مگر ان لوگوں نے اصل کو چھپایا اور ان ترجموں کو شائع کیا جو خود ان کے ہاتھوں سے کرتب ہیں پس بلاشُبہ ایک طور سے یہ دعوےٰ نبوّت ہے کہ کسی اپنی کلام کو پیش کر کے پھر اس کو خدا کی طرف منسوب کرنا۔

ایسا ہی دعوےٰ الوہیت ان کے فلاسفروں کی ان حرکات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ رازِ آفرینش الٰہی میں ایسے طور سے ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں جس سے تمام الوہیت کے کاموں پر قبضہ کرلیں اور یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب انسان خدا تعالےٰ کے نظام برّی اور بحری اور ارضی اور سماوی میں دخل دینا چاہے اور طبعی تحقیقاتوں میں پڑ کر اور ہر شئے کی کُنہ تک پہنچ کر نظامِ عالم کے سلسلہ کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہے۔ تو جس قدر اس کو اس فلسفیانہ تحقیقات اور تفتیش اور کھوج لگانے اور جانچ پڑتال میں کامیابیاں ہوتی ہیں اور الٰہی نظام کے کاموں کو اپنے طور پر بھی ادا کرنے لگتا ہے یہ تمام کامیابیاں اس میں وہ متکبرانہ صفات پیدا کر دیتی ہیں جو خاصہ حضرت کبریائی ہے اور اس غرور کے نشے میں ایسے ایسے طور سے انانیت کا رنگ اس کے نفس رذیل پر چڑھ جاتا ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعوےٰ کہہ سکتے ہیں بالخصوص جبکہ ایسا متکبّر فلسفی کسی اپنی حکمت عملی سے مثلاً کسی طوفان ہوا یا طوفان

آب کے پیدا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے یا مینہ برسانے پر قدرت پاتا ہے تو اس قسم کی کامیابیاں تقاضا کرتی ہیں کہ وہ ایک الوہیت کا نشان اپنے اندر ملاحظہ کرے اور حضرت عزت جلشانہ کو تحقیر کی نظر سے دیکھے پس ایسے انسان کے دل سے وقتاً فوقتاً خدا تعالےٰ کی عظمت گھٹتی جاتی ہے کہ شاید اسی طرح سلسلہ علل و معلول کی ناسمجھی کی وجہ سے لوگ خدا کے وجود کے قائل ہو گئے۔ پس وہ ان منحوس کامیابیوں کی شامت سے جو آب و ہوا۔ اور دریاؤں اور سمندر اور نباتات اور حیوانات اور جمادات اور طرح طرح کے کاموں اور طرح طرح کی ایجادوں اور اجرام فلکی اور نظام شمسی کے متعلق فلسفہ جدیدہ اور کیمسٹری وغیرہ کے ذریعہ سے اس کو حاصل ہو جاتی ہیں اور دوربینوں کے ذریعہ سے آفتاب اور چاند اور ستاروں کی کیفیتوں کو دریافت کرتا ہے اور نہ صرف یہ کہ ان چیزوں کے طبعی نظام کا اس کو علم ہوتا ہے بلکہ وہ خدا تعالےٰ کی طرح عملی طور پر کئی امور کر کے بھی دکھا دیتا ہے تو اس صورت میں یہ ضروری امر ہے کہ جو طبعاً پیش آسکتا ہے کہ اس ناقص العقل کو یہ خیال پیدا ہو کہ یہ تمام امور جو لوگ اپنی نادانی سے دعاؤں کے ساتھ خدا تعالےٰ سے مانگا کرتے تھے یہ طریق تو کچھ چیز نہیں ہے بلکہ انسان خود اپنی حکمت عملیوں سے یہ تمام امور پیدا کر سکتا ہے اور شک نہیں کہ یہ خدائی کا دعویٰ ہے کہ جو اس زمانہ میں یورپ کے لوگوں کے دلوں میں بھرا ہوا ہے اور وہ تو وہ دوسرے لاکھوں انسان ان کی تعجب انگیز طبعی تحقیقاتوں اور عجیب در عجیب ایجادوں اور حکمت عملیوں سے اس عظمت کی نظر سے ان کو دیکھتے ہیں کہ گویا ایک حصہ خدائی کا ان میں

ثابت کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ ہمارا ایک چشم دید ماجرا ہے کہ ایک ہندو
جو ایک معزز عہدہ پر تھا اس کے روبرو کچھ ذکر خدا تعالیٰ کی عظمت اور
قدرت کا ہوا۔ تو اس نے بڑے غیظ و غضب میں آکر کہا کہ لوگ جب
کنہ اشیاء کے سمجھنے سے عاجز آجاتے ہیں تو خدا کی قدرت بیان کرنے
لگتے ہیں۔ انگریزوں نے وہ خدائی دکھلائی ہے کہ قدرتوں کا پردہ کھول
دیا ہے اور طبعی تحقیقاتیں انسان کو خدا کا مرتبہ دیتی جاتی ہیں۔ سو اس
ہندو نے جو انگریزوں کو خدا ٹھہرا دیا اس کی یہی وجہ تھی کہ ان کی عجائب
صنعتیں اس کے خیال میں ایسی عظیم الشان معلوم ہوئیں کہ اس نے خدا
کے وجود کو غیر ضروری سمجھا اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ اثر مسلمانوں خاصکر
نو تعلیم یافتہ لوگوں میں بہت پھیلا ہوا ہے۔ اور یورپین فلاسفروں
کی ایک ایسی عظمت ان کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے کہ اگر جھوٹ کے
طور پر بھی کوئی شخص یہ بیان کرے کہ یورپ کے فلاں ملک میں یہ
نئی ایجاد ہوئی ہے کہ وہ حکمت عملی سے آم کے بیج کو زمین میں بو کر
اور بعض چیزوں کی قوت اس کو پہنچا کر ایک ہی دن میں اس کو ایسا
نشو و نما دے دیتے ہیں کہ پھل بھی لگ جاتا ہے اور شام تک خوب
کھانے کے لائق ہو جاتا ہے تو نو تعلیم یافتہ لوگوں میں سے شاید کوئی
بھی انکار نہ کرے۔ بہتیرے نادان کہتے ہیں کہ یورپینوں سے کوئی بات
بھی انہونی نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ آئندہ زمانہ میں کسی حکمت عملی سے
آسمان تک بھی پہنچ جائیں۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ چند تجربوں سے
کسی شخص کی قوت اور قدرت ایسی مان لیتا ہے کہ مبالغہ کو انتہا تک
پہنچا دیتا ہے۔ یہی حال اس ملک کے اکثر لوگوں کا ہو رہا ہے۔ مثلاً

اگر چند کس جو معتبر ہوں محض ہنسی کے طور پر ہندوستان کے ایک مشہور رئیس اور معزز نامور مثلاً سر سید احمد خاں صاحب بالقابہ کے پاس یہ ذکر کریں کہ یورپینوں نے ایک ایسا مادہ جاذبہ نباتات کا پیدا کیا ہے کہ اس مادہ کو ایک درخت کے مقابل رکھنے سے فی الفور وہ درخت مع بیخ و بُن اکھڑ کر اس مادہ کے پاس حرکت کرتا ہوا آجاتا ہے تو کیا ممکن ہے کہ سید صاحب ذرہ بھی انکار کریں لیکن اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ پیش کیا جاوے کہ کئی مرتبہ آپ کے اشارے سے بعض درخت حرکت کرتے آگئے تھے تو سید صاحب ضرور اس معجزہ سے انکار کریں گے اور معاً اس فکر میں لگ جائیں گے کہ کسی طرح اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا جائے۔

اب سوچنا چاہیئے کہ اس زمانہ کی حالت کس حد تک پہنچ گئی ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی عظمت اس قدر بھی لوگوں کے دلوں میں نہیں رہی۔ جس قدر ان لوگوں کی عظمت ہے جن کو کافر کہا جاتا ہے۔ اس تمام تقریر سے ہماری غرض یہ ہے کہ دراصل یہی لوگ دجال ہیں جن کو پادری یا یورپین فلاسفر کہا جاتا ہے۔ یہ پادری اور یورپین فلاسفر دجال معہود کے دو جبڑے ہیں۔ جن سے وہ ایک اژدہا کی طرح لوگوں کے ایمان کو کھا جاتا ہے اوّل تو احمق اور نادان[1] لوگ پادریوں کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان کے ذلیل اور جھوٹے خیالات سے کراہت کرکے ان کے پنجے سے بچا رہتا ہے تو وہ یورپین فلاسفروں کے پنجے میں ضرور آجاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ عوام کو پادریوں کے دجل کا زیادہ

[1] اب تک پچاس بڑے بڑے مولوی اور کئی ہزار مسلمان اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو چکے ہیں ان مولویوں کی فہرست میرے پاس موجود ہے (ناشر)

خطرہ ہے اور خواص کو فلاسفروں کے دجل کا زیادہ خطرہ۔

اب یقیناً سمجھو کہ یہی دجال ہے۔ جس کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ یہ تو ہرگز ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر کسی میں خدائی کی طاقتیں پیدا ہو جائیں تمام قرآن شریف اول سے آخر تک اس کا مخالف ہے۔ پس دجال کی خدائی سے مراد یہی امور اور اس کے عجائبات ہیں جو آج کل یورپ کے فلاسفروں سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہی پیشگوئی کا منشا تھا جو ظہور میں آگیا۔ دجال کا لفظ بھی بیان کر رہا ہے کہ دجال میں کوئی حقیقی قدرت نہیں ہوگی صرف دجل ہی دجل ہوگا۔ اب اگر کوئی سعید ہے تو اس بات کو قبول کرے درحقیقت یہ فتنہ جو پادریوں اور یورپین فلاسفروں سے ظہور میں آیا ہے۔ ایسا فتنہ ہے کہ آدم کے وقت سے آج تک اس کی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس فتنہ سے لوگوں کے ایمان کو ضرر عظیم پہنچا ہے اور لاکھوں انسانوں کے دلوں سے خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو گئی ہے بعض دلوں پر تو یہ فتنہ پورا محیط ہو گیا ہے اور بعض پر کچھ نہ کچھ اس کا اثر پڑ گیا ہے۔ اے بندگانِ خدا! سوچو کہ سچ یہی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو نیچر اور صحیفہ قدرت کے پیرو بننا چاہتے ہوں ان کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ نہایت عمدہ موقعہ دیا ہے کہ وہ میرے دعوےٰ کو قبول کریں۔ کیونکہ وہ لوگ ان مشکلات میں گرفتار نہیں ہیں جن میں ہمارے دوسرے مخالف گرفتار ہیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہو گئے اور پھر ساتھ اس کے انہیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود کی نسبت جو پیشگوئی احادیث

میں موجود ہے۔ وہ ان متواترات میں سے ہے جن سے انکار کرنا کسی عقلمند کا کام نہیں۔ پس اس صورت میں یہ بات ضروری طور پر انہیں قبول کرنی پڑتی ہے کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا البتہ یہ سوال کرنا ان کا حق ہے کہ ہم کیونکر یہ دعوٰے مسیح موعود ہونے کا قبول کریں؟ اور اس پر دلیل کیا ہے۔ کہ وہ مسیح موعود تم ہی ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس زمانہ اور جس ملک اور جس قصبہ میں مسیح موعود کا ظاہر ہونا قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور جن افعال خاصہ کو مسیح کے وجود کی علت غائی ٹھہرایا گیا ہے اور جن حوادث ارضی اور سماوی کو مسیح موعود کے ظاہر ہونے کی علامات بیان فرمایا گیا ہے اور جن علوم اور معارف کو مسیح موعود کا خاصہ ٹھہرایا گیا ہے وہ سب باتیں اللہ تعالےٰ نے مجھ میں اور میرے زمانہ میں اور میرے ملک میں جمع کردی ہیں اور پھر زیادہ تر اطمینان کے لئے آسمانی تائیدات میرے شامل حال کی ہیں ؎

چوں مرا حکم از پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نامِ من بنہادہ اند
آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

اب تفصیل اس کی یہ ہے کہ اشارات نص قرانی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں اور آپ کا سلسلہ خلافت حضرت موسےٰ کے سلسلہ خلافت سے بالکل مشابہ ہے اور جس طرح حضرت موسیٰ کو وعدہ دیا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں یعنی جبکہ سلسلہ اسرائیلی نبوت کا

انتہا تک پہنچ جائے گا اور بنی اسرائیل کئی فرقے ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کی تکذیب کریگا۔ یہاں تک کہ بعض بعض کو کافر کہیں گے تب اللہ تعالیٰ ایک خلیفہ حامی دین موسیٰ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کریگا اور وہ بنی اسرائیل کی مختلف بھیڑوں کو اپنے پاس اکٹھی کریگا اور بھیڑیئے اور بکری کو ایک جگہ جمع کر دیگا۔ اور سب قوموں کے لئے ایک حکم بن کر اندرونی اختلاف کو درمیان سے اٹھا دیگا اور بغض اور کینوں کو دُور کر دے گا۔

یہی وعدہ قرآن میں بھی دیا گیا تھا جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ اور حدیثوں میں اس کی بہت تفصیل ہے چنانچہ لکھا ہے کہ اس اُمّت کے بھی اسی قدر فرقے ہو جائیں گے جس قدر کہ یہود کے فرقے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کی تکذیب اور تکفیر کریگا اور یہ سب لوگ عناد اور بغض باہمی میں ترقی کریں گے اس وقت تک کہ مسیح موعود حَکَم ہو کر دنیا میں آوے اور جب وہ حَکَم ہو کر آئے گا تو بغض اور کینوں کو دور کر دیگا۔ اور اس کے زمانہ میں بھیڑیا اور بکری ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہ بات تمام تاریخ جاننے والوں کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہی وقت میں آئے تھے کہ جب اسرائیلی قوموں میں بڑا تفرقہ پیدا ہو گیا تھا اور ایک دوسرے کے مکفر و مکذب ہو گئے تھے اسی طرح یہ عاجز بھی ایسے وقت میں آیا ہے کہ جب اندرونی اختلافات انتہا تک پہونچ گئے اور ایک فرقہ دوسرے کو کافر بنانے لگا اس تفرقہ کے وقت میں امت محمدیہ کو ایک حَکَم کی ضرورت تھی سو خدا نے مجھے حَکَم کر کے بھیجا ہے۔

اور یہ ایک عجیب اتفاق ہو گیا ہے۔ جس کی طرف نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام حضرت موسیٰ سے تیرہ سو برس بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوئے اسی طرح یہ عاجز بھی چودھویں صدی میں خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوا اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسی لحاظ سے بڑے بڑے اہل کشف اسی بات کی طرف گئے۔ کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی میں مبعوث ہوگا اور اللہ تعالےٰ نے میرا نام غلام احمد قادیانی رکھ کر اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا۔ کیونکہ اس نام میں تیرہ سو کا عدد پورا کیا گیا ہے غرض قرآن اور حدیث سے اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ کہ آنے والا مسیح چودھویں صدی میں ظہور کریگا اور وہ تفرقہ مذاہب اسلام اور غلبہ باہمی عناد کے وقت میں آئے گا۔

علاوہ ان سب امور کے ایک عظیم الشان علامت مسیح موعود کی احادیث صحیحہ میں یہ لکھی گئی ہے کہ وہ ایسے وقت میں آئے گا کہ جبکہ صلیبی مذہب زمین پر بڑے جوش سے پھیلا ہوا ہوگا۔ جیسا کہ حدیث یکسر الصلیب جو صحیح بخاری میں ہے اسی پر دلالت کرتی ہے سو ایسے وقت میں اور ایسے زمانہ میں یہ عاجز آیا ہے۔

اور دوسری علامت اشارات احادیث سے مسیح موعود کے لئے یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ ممالک مشرقیہ میں مبعوث ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا پتہ ونشان مشرق ہی بتلایا تھا۔ جیسا کہ حدیث واومی الی المشرق سے ظاہر ہے۔ پس اس صورت میں اس حدیث سے صاف طور پر یہ اشارہ نکلتا ہے کہ مسیح موعو مشرق

سے پیدا ہوگا۔ کیونکہ جب دجّال کا مستقر اور مقام مشرق ہؤا تو مسیح جو دجّالی کارروائیوں کو نابود کرنے کے لئے آئے گا ضرور ہے کہ وہ بھی مشرق میں ظہور کرے اور یہ تو ظاہر ہے کہ ہمارا ملک ہند خاص کر پنجاب کا حصّہ مکہ معظمہ سے بجانب مشرق واقعہ ہے اور عجب تر یہ کہ دمشقی حدیث میں بھی جو مسلم میں ہے منارہ شرقی کا ذکر کر کے مسیح موعود کے ظہور کے لئے مشرق کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔

ایسا ہی احادیث میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ مہدی موعود ایسے قصبہ کا رہنے والا ہوگا جس کا نام کدعہ یا کدیہ ہوگا۔ اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظ کدعہ دراصل قادیان کے لفظ کا مخفف ہے اور بعض روایات میں یہ جو آیا ہے کہ کدعہ یمن کی بستیوں میں سے ایک گاؤں ہے۔ یہ حدیث کے لفظ نہیں ہیں بلکہ کسی شخص نے اجتہادی طور پر یہ خیال کیا ہے۔ شاید اس نام کے مشابہ کوئی گاؤں یمن میں دیکھ کر کسی کو خیال آگیا ہے کہ شاید وہ یہی گاؤں ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اب ایسا کوئی گاؤں ملک یمن میں آباد نہیں ہے اور نہ اس سرزمین میں کسی نے ایسا دعویٰ کیا۔ مگر قادیان اس وقت موجود ہے اور نیز مسیحیت اور مہدویت کا مدعی بھی موجود۔

ایسا ہی مسیح موعود کے وجود کی علت غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دور کریگا اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھلا دیگا۔ چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالےٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔ میں نے خدا تعالےٰ سے بصیرت کاملہ پاکر ثابت کر دیا کہ وہ لعنتی موت جو نعوذ باللہ حضرت

مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ جس پر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راستباز پر صادق نہیں آسکتا چنانچہ فرقہ پادریان اس جدید طرز کے سوال سے جو حقیقت میں ان کے مذہب کو پاش پاش کرتا ہے ایسے لاجواب ہو گئے کہ جن جن لوگوں نے اس تحقیق پر اطلاع پائی ہے وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق نے صلیبی مذہب کو توڑ دیا ہے بعض پادریوں کے خطوط سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس فیصلہ کرنیوالی تحقیق سے نہایت درجہ ڈر گئے ہیں اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس سے ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گریگی اور اس کا گرنا نہایت ہولناک ہوگا اور وہ لوگ درحقیقت اس مثل کے مصداق ہیں کہ یرجی برء من جرحہ السنان ولا یرجی برء من مزّقہ البرھان یعنی جو شخص نیزہ سے زخمی کیا جائے اس کے اچھا ہونے کی امید کی جاتی ہے لیکن جو شخص برہان سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے اس کے اچھا ہونے کی امید نہیں کی جاتی۔

ایسا ہی میں نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر ثابت کر دیا کہ مسیح کا رفع جسمانی بالکل جھوٹ ہے۔ عیسائی تواریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت تک عیسائیوں کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور ان کا رفع روحانی ہوا ہے پھر بعد میں جب عیسائی لوگ یہودیوں کے مقابل پر رفع روحانی کا کوئی ثبوت نہ دے سکے۔ کیونکہ روح نظر نہیں آتی تو یہ بات بنائی گئی کہ یسوع کو آسمان کی طرف جاتے فلاں شخص نے دیکھا تھا اور پھر رؤیت کے لحاظ سے دلوں میں یہ بات سما گئی کہ جسم عنصری کے ساتھ یسوع آسمان پر چلا گیا۔ آسمان پر چڑھانے سے اصل غرض تو یہ تھی کہ

تا یہودیوں کے اس الزام سے یسوع کو بری کریں کہ وہ نعوذ باللہ لعنتی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا نہیں گیا۔ مگر جن لوگوں نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے یسوع کے جسم کو آسمان پر چڑھا دیا۔ انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ لعنت جس پر یہود زور مارتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مصلوب ہونے سے کسی کا جسم آسمان پر نہیں جاتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ ملعون کی روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی نہیں جاتی۔ یہودیوں کا یہ خیال نہ تھا کہ ملعون کا جسم آسمان پر نہیں جاتا۔ اور نہ ان کا یہ خیال تھا۔ کہ جو لوگ ملعون نہیں ہوتے وہ مع جسم آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ توریت سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف کی ہڈیاں چار سو برس بعد فوت ہونے کے حضرت موسیٰ کنعان کی طرف لے گئے۔ اگر وہ ہڈیاں آسمان پر چلی جاتیں تو زمین سے کیونکر دستیاب ہوتیں توریت سے یہ بھی ثابت ہے کہ انسان مرنے کے بعد خاک میں جائیگا۔ کیونکہ وہ خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔ غرض اس میں کسی کو کلام نہیں کہ مرنے کے بعد تمام نبی زمین میں ہی دفن ہوتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ تمام نبی خدا کے مقرب تھے نہ ملعون۔ پھر اگر ملعون کی یہ علامت ہے کہ وہ مع جسم آسمان پر نہیں اٹھایا جاتا۔ تو نعوذ باللہ تمام نبی ملعون ہوں گے* اور ایسا خیال صریح باطل ہے۔ لہٰذا قطعی طور پر یہ ماننا پڑا کہ ملعون سے مراد وہ شخص ہے جس کی روح کو خدا کے قرب میں جگہ نہ ملے اور خدا کی طرف نہ اٹھایا جائے

اور میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ توریت کے رو سے جو شخص لکڑی پر لٹکایا

---

* اگر ملعون مع جسم آسمان پر نہیں جاتا تو ماننا پڑیگا۔ کہ جو لوگ ملعون نہیں وہ ضرور مع جسم آسمان پر جاتے ہیں اور یہ صریح باطل ہے۔ منہ

جائے یعنی مصلوب ہو وہ لعنتی ہے اور اسی سے یہود نے یہ نتیجہ نکالا تھا
کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لعنتی ہیں اور اس تحقیق سے ثابت ہوا
کہ لعنت کو جسم سے کچھ تعلق نہیں اور نہ عدم لعنت سے جسم کا آسمان پر جانا
مانا گیا ہے۔ لہذا یہود کا اعتراض حضرت مسیح کی نسبت یہ تھا کہ وہ ان کو
ملعون ٹھیرا کر اس مقام قرب اور رحمت سے بے نصیب ٹھہراتے تھے
جہاں ابراہیم اور اسمٰعیل اور یعقوب وغیرہ نبیوں کی روحیں گئی ہیں۔ پس
اس مقام میں یہ خیال پیش کرنا کہ حضرت مسیح مع جسم آسمان پر چلے گئے
ہیں پھر اس سے ان کی خدائی نکالنا یہ ایک ایسا امر ہے جو یہودیوں کے
اعتراض سے کچھ تعلق نہیں رکھتا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے گذرنے
کے بعد یہ دعویٰ کہ یسوع آسمان پر چلا گیا ہے اس غرض سے کیا گیا تھا کہ
تا یہودیوں کے اعتراضِ لعنت کو دفع کیا جائے اور اس وقت تک عیسائیو
کا یہی خیال تھا کہ خدا کی طرف مسیح کی روح اٹھائی گئی۔ کیونکہ خدا کی طرف
روح جاتی ہے نہ کہ جسم اور پھر دوسرے زمانہ میں اصل بات مگر کر یہ
خیال پیدا ہوا کہ مسیح کا جسم آسمان پر چلا گیا ہے اور وہ خدا ہے حالانکہ
اصل مدعا یہ تھا کہ مسیح کو صلیب کے نتیجہ سے بچا لیا جائے اور وہ روحانی
رفع پر موقوف تھا اور روحانی رفع اسی غرض سے تھا کہ تا یہ دکھلایا جائے
کہ وہ لعنت کے داغ سے پاک ہے مگر توریت کے منشاء کے موافق لعنت
کے داغ سے وہ پاک ہو سکتا ہے۔ جس کی روح خدا کی طرف اٹھائی جائے
نہ کہ جسم آسمان کی طرف جائے عیسائی اس بات کو آسانی سمجھ سکتے ہیں
کہ حضرت مسیح بقول ان کے صلیبی موت سے اس الزام کے نیچے آ گئے تھے
کہ وہ لعنتی ہوں اور اس لعنت سے مراد ابدی لعنت تھی پھر اس عقیدہ

کے موافق اول اعتراض تو یہی ہوتا تھا۔ کہ وہ ابدی لعنت یعنی یہ کہ رحمت الٰہی سے مردود ہو جانا اور خدا کا دشمن ہو جانا اور خدا سے بیزار ہو جانا اور شیطان سیرت ہو جانا۔ جیسا کہ لغت کی رو سے مفہوم لعنت کا ہے وہ تین دن تک کیوں محدود ہو گئی کیا توریت کا مطلب صرف تین دن ہیں یا ابدی لعنت ؟ اس خود تراشیدہ عقیدہ سے تو توریت باطل ہوتی ہے اور ممکن نہیں کہ خدا کا نوشتہ باطل ہو۔

علاوہ اس کے توریت کا مطلب تو یہ تھا کہ صلیب پر مارے جانے سے خدا کی طرف روح نہیں اٹھائی جاتی بلکہ جہنم کی طرف جاتی ہے چنانچہ یہ مؤخر الذکر جزو عیسائیوں کے عقیدہ میں داخل ہے اسی وجہ سے وہ لوگ نعوذ باللہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ تین دن تک جو لعنت کے دن تھے وہ نعوذ باللہ جہنم میں رہے اور جب لعنت کے دن ختم ہو چکے تو وہ اسی جسم کے ساتھ جو لعنتی صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور بذریعہ سزا جہنم صاف نہیں کیا گیا تھا۔ خدا تعالےٰ کی طرف اٹھائے گئے سو عیسائی لوگ اس بات کو خود مانتے ہیں کہ لعنت کے دنوں نے تقاضا کیا۔ کہ تا حضرت یسوع کی روح جہنم میں جائے اور پھر جو لعنت سے پاک ہونے کے دن تھے ان دنوں نے تقاضا کیا کہ تا ان کی روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جائے۔ اب چونکہ وہ لعنت کے دنوں کی نسبت اقرار کر چکے ہیں کہ یسوع کی محض روح ہی جہنم میں گئی تھی اس لئے انہیں اس دوسرے پہلو میں بھی یہی اقرار کرنا پڑیگا کہ خدا کی طرف بھی محض ان کی روح ہی گئی تھی اور اس کے ساتھ وہ جسم نہیں تھا جو نعوذ باللہ لعنتی صلیب سے ناپاک ہو چکا تھا۔ کیونکہ جس حالت میں لعنت کے دنوں میں جسم تین دن

تک قبر میں رہا اور جہنم میں لعنت کا نتیجہ بھگتنے کے لئے محض روح گئی تو پھر خدا جو بموجب قول ان کے روح ہے کیونکر اس کی طرف جسم اٹھایا گیا حالانکہ جسم کا جہنم میں جانا ضروری تھا۔ کیونکہ گو لعنت یسوع کے دل پر پڑی مگر جسم بھی دل کے ساتھ شریک تھا۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ عیسائیوں کا جہنم محض ایک جسمانی آتش خانہ ہے کوئی روحانی عذاب اس میں نہیں غرض اس تمام تحقیق سے ثابت ہوا کہ عیسائیوں نے یسوع کا مع جسم اٹھایا جانا قرار دیکر اپنے عقیدہ کو غلطیوں اور تناقضوں سے پُر کر دیا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ اس کی فقط روح خدا تعالےٰ کی طرف اٹھائی گئی اور وہ بھی صلیب سے ایک مدت دراز کے بعد۔

اور اس تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یسوع کا خدا کی طرف اٹھایا جانا جو اس کے خدا ہونے کی دلیل ٹھہرائی گئی ہے یہ سراسر بیہودگی اور حماقت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب یہودی لوگ اپنے زعم میں حضرت مسیح کو مصلوب کر چکے تو انہوں نے ہر روز عیسائیوں کو تنگ کرنا شروع کیا کہ یسوع نعوذ باللہ لعنتی اور خدا سے دور اور مہجور تھا تبھی تو مصلوب ہو گیا۔ اور یسوع گو زندہ بچ گیا تھا مگر اس کا پھر ظالم یہودیوں کے سامنے جانا مصلحت نہ تھی۔ اس لئے عیسائیوں نے یہ بات کہکر پیچھا چھڑایا۔ کہ فلاں عورت یا مرد کے روبرو یسوع لعنت کے دنوں کے بعد آسمان پر چلا گیا ہے مگر یہ بات تو بالکل جھوٹا منصوبہ اور یا کسی مراقی عورت کا وہم تھا۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوتا کہ یسوع کو جسم کے سمیت آسمان پر پہنچا دے اور اس طرح پر لعنت کے داغ سے پاک کرے تو ضروری تھا کہ دس بیس یہودیوں کے رئیسوں اور

سردار کاہنوں اور مولویوں کے روبرو یسوع کو آسمان پر مع جسم اٹھایا جاتا۔ تا ان پر حجت پوری ہوتی نہ یہ کہ کوئی ایسی مجہول الحال عورت عیسائیوں میں سے دیکھتی یا ایسا ہی کوئی اور عیسائی مشاہدہ کرتا۔ جن کے بیان پر لوگ ٹھٹھا کرتے اور ان کو مصداق مثل "پیراں نمے پرند مریدان مے پرانند" کا ٹھہراتے آخر اس بیہودہ صعود سے فائدہ کیا ہوا۔ جس کا کوئی بھی ثبوت نہیں اور عیسائی اس قول سے خود جھوٹے ٹھہرتے ہیں کہ جبکہ جہنم کی طرف لے جانے کے وقت جسم کو ساتھ نہیں کرتے یہ کیسا صاف مسئلہ ہے کہ جبکہ جہنم کی طرف صرف روح لعنت کے اثر سے گئی تھی تو وہی روح پاک ہونے کی حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف جانی چاہیئے جسم کا کیا دخل تھا اور اثر لعنت سے جسم ناپاک بھی تھا۔ مگر یاد رہے کہ ہم تو اس بات کو نہیں مانتے کہ نعوذ باللہ کسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملعون بھی ہو گئے تھے اور جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے خدا سے بیزار اور خدا کے دشمن اور شیطان کی راہ کو پسند کرنے والے ہو گئے تھے ہاں اگر مصلوب ہو گئے تھے تو یہ سب کچھ ماننا پڑیگا۔ اس وقت تو ہماری بحث یہ ہے کہ ہماری اس جدید تحقیق سے جو کسر صلیب کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم کو عطا ہوئی ہے یہ دو باتیں خوب صفائی سے ثابت ہو گئی ہیں یعنی ایک یہ کہ مسیح علیہ السلام کا ہرگز رفع جسمانی نہیں ہوا نہ اس رفع کا کچھ ثبوت ہے اور نہ اس کی کچھ ضرورت تھی ہاں ایک سو بیس برس کے بعد رفع روحانی ہوا ہے جس کی قرآن شریف نے شہادت دی مگر صلیب کے دنوں میں رفع روحانی بھی نہیں ہوا بلکہ وہ اس کے بعد ستاسی برس اور زندہ رہے ہیں۔ ہمارے علماء کی یہ غلطی ہے کہ معاً صلیب کے

ساتھ ہی حضرت عیسٰے کا رفع جسمانی مانتے ہیں حالانکہ دوسری طرف یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ ان کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی ہوئی تھی اب ان سے کوئی پوچھے کہ جبکہ یہود اور نصارٰی کی تاریخ متواتر سے جس پر رومی اور یونانی کتب تاریخ بھی شہادت دیتی ہیں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام تینتیس ۳۳ برس کی عمر میں مصلوب ہوئے اور یہی چاروں انجیلوں کی نصوص صریحہ سے سمجھا جاتا ہے تو پھر ایک سو بیس برس کی عمر میں وہ کس حساب سے اٹھائے گئے حالانکہ حدیث ایک سو بیس برس کی محدثین کے نزدیک صحیح اور رجال اس کے ثقات ہیں اور ایک سو بیس برس کی حد لگا دینا یہ امر بھی دلالت کرتا ہے کہ اس کے بعد ان کی موت ہوئی۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ مسیح کا مصلوب ہونا توریت کے رو سے صرف اس بات کا مانع تھا کہ اور تمام صلحاء اور راستبازوں کی طرح اس کا رفع روحانی ہو اور یہی بار بار یہود کا اعتراض بھی تھا۔ پس نصارٰی کا اس پہلو کو اختیار کر لینا کہ حضرت مسیح درحقیقت مصلوب ہو گئے ہیں اور پھر یہ بات بنانا کہ گویا وہ بعض عیسائیوں کے روبرو صلیب سے نجات پا کر تین دن بعد مع جسم آسمان پر چلے گئے تھے یہ نہایت لغو اور بیہودہ عذر ہے۔ کیونکہ جبکہ انہوں نے توریت کے موافق اس بات کو مان لیا کہ یسوع مصلوب ہو کر درحقیقت مورد لعنت ہو گیا تھا۔ تو اب بلاشبہ توریت اس کو آسمان پر چڑھنے سے روکتی ہے ورنہ توریت خود باطل ہوتی ہے یہ کیونکر مان لیا جائے کہ توریت کے لعنت کا حکم اوروں کے لئے ابدی اور یسوع کے لیے صرف تین دن تک محدود تھا۔ توریت میں کوئی ایسی

تخصیص نہیں بلکہ اس لعنت سے ابدی لعنت مراد ہے جو کہ کبھی بھی گلے سے نہیں اتریگی۔ اگر موسیٰ کی کتاب توریت میں کہیں تین دن کا ذکر بھی ہے تو حضرات عیسائیاں ہم کو وہ مقام دکھلادیں ہم محض ثالث کے طور پر گواہی دیتے ہیں کہ اگر حضرت یسوع درحقیقت مصلوب ہوگئے ہیں تو اس صورت میں یہود ان کو لعنت ابدی اور جہنمی ہونے کا مصداق ٹھہرانے میں بلاشبہ حق پر ہیں*۔ اور توریت میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جو تین دن کی لعنت کے بارے میں عیسائیوں کی تائید کرسکے۔ صلیب کے قبول کرنے کے بعد عیسائیوں کو کوئی بھی گریز کی جگہ نہیں رہی اور اقرار صلیب کے بعد یہ عذر کہ فلاں عورت یا فلاں مرد نے ان کو آسمان پر چڑھتے دیکھا تھا نہایت نکما اور فضول اور لغو عذر ہے۔ کاش یہ چڑھنا یہود کے علماء اور فقیہوں کو دکھلایا ہوتا اور اگر وہ

---

* یسوع کا جہنم میں جانا ان کتابوں سے ثابت ہوتا ہے انجیل متی کی تفسیر خزانۃ الاسرار" تالیف پادری عماد الدین صفحہ ۹۸ سطر ۲۰ "خدا کا سارا غضب جو گناہ کے سبب سے ہے اس پر آگیا"۔ اب ظاہر ہے کہ یہ غضب وہی چیز ہے جس کو دوسرے لفظوں میں جہنم کہتے ہیں پھر اسی خزانۃ الاسرار کی بائیسویں سطر میں مسیح کی نسبت زبور ۸۸-۶ سے یہ پیشگوئی نقل کی ہے" تو نے مجھے گڑھے کے اسفل میں ڈالا اندھیرے مکانوں میں گہرائیوں میں"۔ اب ظاہر ہے کہ یہ اندھیرے کے مکان عیسائیوں کے نزدیک جہنم ہے پھر کتاب "جامعۃ الفرائض" مطبوعہ امریکن مشن پریس لودیانہ ۱۸۶۲ء صفحہ ۶۳ سطر ۱۶-۱۷ میں مسیح کی

دیکھتے بھی تو اس کا یہی نتیجہ ہوتا کہ وہ سمجھ لیتے کہ توریت منجانب اللہ نہیں مگر اب تو عیسائیوں نے خود یہود کا ہاتھ بلند کر دیا۔ کیونکہ جب یسوع کو مصلوب مان لیا تو اب ابدی لعنت کو ماننا انہیں لازم آگیا اور یہ کہنا کہ ابدی لعنت یسوع پر نہیں پڑ سکتی۔ یہ ایک بیجا دعوٰے ہے جس کا ثبوت اب تک عیسائیوں نے توریت کے رو سے نہیں دیا۔ درحقیقت عیسائی لوگ بڑی مصیبت میں ہیں۔ کیونکہ اگر فرض محال کے طور پر بلا دلیل یہ بھی مان لیا جائے کہ اوروں پر تو ابدی لعنت صلیب سے پڑتی ہے مگر یسوع پر صرف تین دن تک پڑی تو اس سے بھی عیسائی جھوٹے ٹھہرتے

بقیہ حاشیہ

نسبت یہ عبارت ہے "کیونکہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کو اس کا خون صاف نہ کر سکے اور کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا اس نے بدلہ نہ دیا ہو اور کوئی سزاءِ گناہ ایسی نہیں جو اس نے نہ اٹھائی ہو اور ظاہر ہے کہ گنہگاروں کی خاص سزا جہنم ہے جس کا اٹھانا پوری سزا اٹھانے کے لئے ضروری ہے پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹۲ سطر ۱۴-۵ میں سزا کی تشریح یہ لکھی ہے "دیندار لوگ مرتے وقت ہی آرام کی جگہ میں داخل ہوتے ہیں اور بیدین اسی وقت دوزخ میں گرتے ہیں" اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع نے سب گناہ اپنے پر لیکر ضرور جہنم کی سزا اٹھائی اور رسالہ "معمودیۃ البالغین" کے صفحہ ۲۹۱ سطر ۲۰ میں یسوع کی نسبت عیسائیوں کا عقیدہ یہ لکھا ہے صلب ومات وقبر ونزل الی الجحیم[×] یعنے یسوع

حاشیہ در حاشیہ

[×] حال کے بعض عیسائیوں کی کتابوں میں بجائے جہنم ہادِس لکھا ہے جو ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہاویہ ہے جس کو عبرانی میں ہادِث کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں لفظ ہادِس اور ہادِث عربی کے لفظ ہاویہ سے لیئے گئے ہیں

ہیں کیونکہ لغت کے رُو سے خود لعنت ایک ایسا لفظ ہے جو دل سے متعلق ہے اور لعین اس حالت میں کسی کو کہا جاتا ہے کہ جب شیطان کی تمام خصلتیں اس کے اندر آجاتی ہیں اور وہ مردود اور دشمن خدا ہو جاتا ہے تو کیا ایک دم کے لئے بھی یہ حالتیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے تجویز کر سکتے ہیں تو پھر وہ لعنت جو صلیب کا نتیجہ تھا کیونکر یسوع پر پڑ سکتی ہے اور اگر نہیں پڑی تو یسوع مصلوب نہیں ہوا۔ اس نے سچ کہا تھا کہ "میں یونس کی طرح تین دن قبر میں رہونگا"۔ اور وہ خوب جانتا تھا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا تھا اور ممکن نہیں کہ اس کے منہ کی مثال غلط نکلے۔

غرض اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ یسوع کا آسمان پر مع جسم

تنقیح

مصلوب ہُوا اور مر گیا اور قبر میں داخل ہُوا اور جہنم میں اترا۔ اب ان تمام عبارتوں سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح جہنم میں گیا اور اس نے ساری سزائیں اٹھائیں۔ عیسائی اس بات کے بھی قائل ہیں کہ صلیب کی سزا تو صرف چند گھنٹے تھی لیکن لعنت موت کے بعد تین دن تک رہی اب ظاہر ہے کہ لعنت کے ایام میں کسی قسم کا عذاب یسوع کے شامل حال ہوگا اور وہ عذاب بجز دوزخ کے اور کوئی نہیں اور نیز جبکہ یسوع کا فرض تھا کہ وہ آپ سزا اٹھا کر خدا تعالےٰ کا عدل پورا کرے تو پھر اگر صرف دنیا کا چند گھنٹوں کا دکھ اس نے دیکھا اور جہنم میں نہیں گیا تو اس صورت میں خدا کا عدل کیونکر پورا ہوگا حالانکہ انجیل متی کی تفسیر میں پادری عماد الدین لکھتے ہیں کہ "خدا مسیح کے دل کے سامنے سے ہٹ گیا تا کہ اپنی عدالت خوب پوری کرے"۔ یعنے بباعث لعنت

جانا ایک جھوٹا مسئلہ ہے جو عیسائیوں نے بنایا ہے جس حالت میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ یسوع جہنم میں جسم کے ساتھ نہیں گیا بلکہ محض روح گئی تھی تو وہ جسم جو جہنم کی سزا پا کر لعنت سے ابھی پاک نہیں کیا گیا وہ آسمان پر کیوں کر چڑھ گیا اور یہ کیسا ظلم ہے کہ جہنم میں تو محض روح جاوے اور خدا کے پاس جسم اور روح دونوں جائیں۔ کیا عیسائیوں کا یہ مذہب نہیں ہے کہ جہنم ایک جسمانی آتش خانہ ہے جس میں

کے یسوع کا دل تاریک ہوگیا اور تفسیر کتاب اعمال ملقب بہ تذکرۃ الابرار مطبوعہ ۱۸۷۹ء امریکن مشن پریس لدھیانہ میں مسیح کی نسبت یہ عبارت ہے "مسیح خداوند کا شکر ہو کہ اس نے شریعت کی ساری لعنت کو اپنی صلیبی موت میں اپنے اوپر اٹھا کے ہمیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں شریعت کی لعنت سے آزاد کردیا کہ وہ آپ ہمارے بدلے لعنتی ہوا۔ ہم سب حقیقت میں لعنتی تھے اور یہ لعنت ابد تک ہمارے اوپر تھی کبھی ہم اس کے نیچے سے نکل نہ سکتے۔ کیونکہ لاچار اور کمزور تھے پر وہ ہمارے لئے لعنتی ہوا کہ ہماری لعنت اس نے اپنے اوپر اٹھالی اور ہمیں اس سے مخلصی دی اور آپ بھی اس لعنت کے نیچے سے تیسرے دن نکل آیا"۔ اب اس جگہ عیسائیوں کے عدل کی حقیقت بھی کھل گئی کہ اوروں کے لئے ابدی لعنت اور بیٹے کے لئے صرف تین دن۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایک منٹ کی لعنت بھی شیطان سیرت بنا دیتی ہے۔ چنانچہ کتاب "جامعۃ الفرائض" صفحہ ۹۲ میں لکھا ہے کہ "اس بے ایمانوں کے لشکر کے ساتھ شیطان ہوویں گے" بہرحال عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہے کہ تین دن جو لعنت کے دن تھے

گندھک کے بڑے بڑے پتھر ہیں پھر اس آتش خانہ میں ایسا جسم کیوں نہیں جلایا گیا۔ جس پر تمام دنیا کی لعنتیں ڈالی گئی تھیں۔ اگر باپ نے عدل سے انحراف کرکے بیٹے کی یہ **رعایتیں** کیں کہ بجائے ابدی لعنت کے تین دن رکھے اور بجائے جسمانی جہنم کے صرف روح کو جہنم میں بھیجدیا تو کاش یہ رعائتیں مخلوق سے کی جاتیں کیونکہ اگر بیٹے کے ساتھ عدل

ضمیمہ حاشیہ

یسوع جہنم کا عذاب بھگتتا رہا*۔ اور کتاب راہ زندگی مطبوعہ الہ آباد سنہ ۱۸۵۰ء صفحہ ۶۹ سطر ۸ میں لکھا ہے کہ یہ سزا (یعنے گنہگار کی سزا) اکثر موت کے لفظ سے مذکور ہوتی ہے موت نہ صرف جسم کی بلکہ روح کی بھی نہ صرف دنیاوی بلکہ ابدی" اور اسی کتاب راہ زندگی میں جو تالیف ڈاکٹر ماج ڈی ڈی باشندہ امریکہ ہے لکھا ہے کہ "لعنت اور موت اور غضب اور وہ سزا جو گنہگاروں کو ملے گی سب ایک ہی چیز ہیں" اور پھر یہی اس عقیدہ کی تائید میں لکھا ہے۔ کہ "مسیح نے کہا ہے کہ گنہگار جہنم کی اس آگ میں جو کبھی نہیں بجھے گی ڈالے جائیں گے (مرقس ۹۔ ۴۳) منہ

ضمیمہ در حاشیہ

* بعض نادان عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع ہاویہ یعنی جہنم میں تحت الثرٰی کے قیدیوں کو منادی کرنے گیا تھا مگر ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ لعنت کے دنوں کا کیا تقاضا تھا کہ سزا اٹھانے کے لئے جانا یا نصیحت کے لئے ؟ ایک ملعون دوسرے کو کیا نصیحت کر سکتا ہے اور پھر دوزخیوں کو نصیحت کیا فائدہ کریگی مرکر تو ہر ایک شخص راہ راست کو سمجھ جاتا ہے اور اگر اس وقت کا سمجھنا کچھ چیز ہے تو ایک بھی دوزخ میں نہیں رہ سکتا منہ *

سے انحراف کرنا جائز ہے تو اوروں کے ساتھ کیوں جائز نہیں ؟ یہی تمام غلطیاں ہیں جن پر خدا تعالیٰ نے **مجھے** مطلع کیا۔ تا میں گمراہوں کو متنبہ کروں اور ان کو جو تاریکی میں رہتے ہیں روشنی میں لاؤں۔ اور میں نے نہ صرف یہ کیا کہ معقول بیان کے ساتھ عیسائیوں کی غلطیاں ان پر کھولدیں بلکہ آسمانی نشانوں کے ساتھ بھی ان کو ملزم کیا اور ایسا ہی ان مسلمانوں کو بھی جو ان ہی خیالات میں معتقد تھے اور ایک ایسے فرضی دجّال اور فرضی مسیح کے منتظر تھے جن کے ماننے سے نئے سرے اس شرک کی بنیاد پڑتی ہے۔ جس کی قرآن شریف بیخکنی کر چکا ہے اور مسئلہ ختم نبوّت بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا تا میں اس خطرناک حالت کی اصلاح کروں اور لوگوں کو خالص توحید کی راہ بتاؤں۔ چنانچہ میں نے سب کچھ بتا دیا۔ اور نیز میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں۔ اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود کو پایا تھا۔ جیسا کہ ضعف ایمان کا خاصہ ہے۔ یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی اب میرے زمانہ میں بھی یہی حالت ہے سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں

تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علت غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہوگا بعد اس کے کہ بہت دور ہو گیا تھا۔ سو میں ان ہی باتوں کا مجدد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اور منجملہ ان امور کے جو میرے مامور ہونے کی علت غائی ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان کو قوی کرنا ہے اور ان کو خدا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی نسبت ایک تازہ یقین بخشنا۔ اور یہ طریق ایمان کی تقویت کا دو طور سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آیا ہے **اوّل** قرآن شریف کی تعلیم کی خوبیاں بیان کرنی اور اس کے اعجازی حقائق اور معارف اور انوار اور برکات کو ظاہر کرنے سے جن سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میری کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ کتابیں قرآن شریف کے عجائب اسرار اور نکات سے پُر ہیں اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جس قدر مسلمانوں کا علم قرآن شریف کی نسبت ترقی کرے گا اسی قدر ان کا ایمان بھی ترقی پذیر ہوگا۔ اور **دوسرا** طریق جو مسلمانوں کا ایمان قوی کرنے کے لئے مجھے عطا کیا گیا ہے۔ تائیدات سماوی اور دعاؤں کا قبول ہونا اور نشانوں کا ظاہر ہونا ہے چنانچہ اب تک جو نشان ظاہر ہو چکے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں جن کے قبول کرنے سے کسی منصف کو گریز کی جگہ نہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا جو نادان عیسائی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور پیشگوئیوں سے انکار کرتے تھے اور آج وہ زمانہ ہے جو تمام پادری ہمارے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے۔ آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ پیشگوئیاں ظہور میں آ رہی ہیں اور خوارق

لوگوں کو حیرت میں ڈال رہے ہیں پس کیا ہی وہ انسان نیک قسمت ہے کہ اب ان انوار اور برکات سے فائدہ اٹھائے اور ٹھوکر نہ کھائے

اور وہ حوادث ارضی اور سماوی جو مسیح موعود کے ظہور کی علامات ہیں وہ سب میرے وقت میں ظہور پذیر ہو گئی ہیں مدّت ہوئی کہ خسوف وکسوف رمضان کے مہینے میں ہو چکا ہے اور ستارہ ذوالسنین بھی نکل چکا - اور زلزلے بھی آئے اور مری بھی پڑی اور عیسائی مذہب بڑے زور شور سے دنیا میں پھیل گیا اور جیسا کہ آثار میں پہلے سے لکھا گیا تھا - بڑے تشدّد سے میری تکفیر بھی ہوئی - غرض تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور وہ علوم اور معارف ظاہر ہو چکے ہیں جو دلوں کو حق کی طرف ہدایت دیتے ہیں -

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ قرآن شریف کی رو سے کوئی دعوے مامور من اللہ ہونے کا اکمل اور اتم طور پر اس صورت میں ثابت ہو سکتا ہے - جبکہ تین پہلو سے اس کا ثبوت ظاہر ہو

اوّل یہ کہ نصوص صریحہ اس کی صحت پر گواہی دیں یعنی وہ دعویٰ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو -

دوسرے یہ کہ عقلی دلائل اس کے موید اور مصدق ہوں -

تیسرے یہ کہ آسمانی نشان اس مدعی کی تصدیق کریں -

سو ان تینوں وجوہ استدلال کے رو سے میرا دعویٰ ثابت ہے نصوص حدیثیہ جو طالب حق کو بصیرت کامل تک پہنچاتی ہیں اور میرے دعوے کی نسبت اطمینان کامل بخشتی ہیں - ان میں سے مسیح موعود اور مسیح بنی اسرائیلی کا اختلاف حلیہ ہے - چنانچہ صحیح بخاری کے

صفحہ ۴۸۵ و ۸۷۶ و ۱۰۵۵ وغیرہ میں جو مسیح موعود کے بارے میں حدیث ہے۔ جس میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عالم کشف میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اس میں اس کا حلیہ یہ لکھا ہے کہ وہ گندم گون تھا اور اس کے بال گھونگر والے نہیں تھے بلکہ صاف تھے اور پھر اصل مسیح علیہ السلام جو اسرائیلی نبی تھا اس کا حلیہ یہ لکھا ہے کہ وہ سرخ رنگ تھا جس کے گھونگر والے بال تھے اور صحیح بخاری میں جا بجا یہ التزام کیا گیا ہے کہ آنے والے مسیح موعود کے حلیہ میں گندم گون اور سیدھے بال لکھدیا ہے اور حضرت عیسےٰ کے حلیہ میں جا بجا سرخ اور گھونگر والے بال لکھتا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود کو ایک علیحدہ انسان قرار دیا ہے۔ اور اس کی صفت میں اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ بیان فرمایا ہے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو علیحدہ انسان قرار دیا ہے اور بعض مناسبات کے لحاظ سے عیسےٰ بن مریم کا نام دونوں پر اطلاق کردیا ہے۔

ایک اور بات غور کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مسیح موعود کا ذکر کیا ہے اس جگہ صرف اسی پر کفایت نہیں کی کہ اس کا حلیہ گندم گون اور صاف بال لکھا ہے بلکہ اس کے ساتھ دجال کا بھی جا بجا ذکر کیا ہے مگر جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلی کا ذکر کیا ہے وہاں دجال کا ساتھ ذکر نہیں کیا۔ پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں عیسےٰ بن مریم دو تھے۔ ایک وہ جو گندم گون

اور صاف بالوں والا ظاہر ہونے والا تھا۔ جس کے ساتھ دجّال ہے اور دوسرا وہ جو سرخ رنگ اور گھونگریالے بالوں والا ہے اور بنی اسرائیلی ہے جس کے ساتھ دجال نہیں اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام شامی تھے اور شامیوں کو آدم یعنی گندم گون ہرگز نہیں کہا جاتا۔ مگر ہندیوں کو آدم یعنی گندم گون کہا جاتا ہے۔ اس دلیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ گندم گون مسیح موعود جو آنے والا بیان کیا گیا ہے وہ ہرگز شامی نہیں ہے بلکہ ہندی ہے

اس جگہ یاد رہے کہ نصاریٰ کی تواریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ گندم گون نہیں تھے بلکہ عام شامیوں کی طرح سرخ رنگ تھے۔ مگر آنے والے مسیح موعود کا حلیہ ہرگز شامیوں کا حلیہ نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے

اور منجملہ ان دلائل کے جو نصوص حدیثیہ سے صحت و صدق دعوےٰ اس راقم پر قائم ہوئے ہیں وہ حدیث بھی ہے جو مجدّدوں کے ظہور کے بارے میں ابوداؤد اور مستدرک میں موجود ہے یعنی یہ کہ اس امت کے لئے ہر ایک صدی کے سر پر مجدّد پیدا ہوگا اور ان کی ضرورتوں کے موافق تجدید دین کریگا اور فقرہ یجدّد لہا جو حدیث میں موجود ہے یہ صاف بتلا رہا ہے کہ ہر ایک صدی پر ایسا مجدّد آئیگا جو مفاسد موجودہ کی تجدید کرے گا۔

اب جب ایک منصف غور سے دیکھے کہ چودھویں صدی کے سر پر کون سے سخت خطرناک مفاسد موجود تھے جن کی تجدید کے لئے مجدد میں لیاقتیں چاہئیں۔ تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ

بہت بڑا فتنہ جس سے لاکھوں انسان ہلاک ہو گئے۔ پادریوں کا فتنہ ہے اور اس سے کوئی عقلمند اور درد خواہِ اسلام انکار نہیں کرے گا کہ اس صدی کے مجدد کا بڑا فرض یہی ہونا چاہیئے۔ کہ وہ کسرِ صلیب کرے اور عیسائیوں کی حجتوں کو نابود کر دیوے اور جبکہ چودھویں صدی کے مجدد کا کسرِ صلیب فرض (کام) ہؤا تو اس سے ماننا پڑا کہ وہی مسیح موعود ہے کیونکہ حدیثوں کی رو سے مسیح موعود کی یہی علامت ہے کہ وہ صدی کا مجدد ہوگا اور اس کا کام یہ ہوگا کہ کسرِ صلیب کرے"۔ بہرحال اس وقت کے مولوی اگر دیانت اور دین پر قائم ہو کر سوچیں تو انہیں ضرور اقرار کرنا پڑیگا کہ چودھویں صدی کے مجدد کا کام کسرِ صلیب ہے۔ اور چونکہ یہ وہی کام ہے جو مسیح موعود سے مخصوص ہے اس لئے بالضرورت یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہونا چاہیئے اور اگرچہ چودھویں صدی میں فسق و فجور مثل شراب خوری اور زناکاری وغیرہ بہت پھیلے ہوئے ہیں مگر بغور نظر معلوم ہوگا کہ ان سب کا سبب ایسی تعلیمیں ہیں جن کا مدعا یہ ہے کہ ایک انسان کے خون نے گناہوں کی بازپرس سے کفایت کر دی ہے اسی وجہ سے ایسے جرائم کے ارتکاب میں یورپ سب سے بڑھا ہؤا ہے پھر ایسے لوگوں کی مجاورت[1] کے اثر سے عموماً ہر ایک قوم میں بے قیدی اور آزادی بڑھ گئی ہے اگرچہ لوگ بیماریوں سے ہلاک ہو جائیں اور اگرچہ وبا ان کو کھا جائے مگر کسی کو خیال بھی نہیں آتا کہ یہ تمام عذاب شامت اعمال سے ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی تو ہے کہ خدا تعالےٰ کی محبت ٹھنڈی ہو گئی ہے اور اس ذوالجلال کی عظمت دلوں پر

[1] ہمسائگی

سے گھٹ گئی ہے۔ غرض جیسا کہ **کفّارہ** کی بے قیدی نے یورپ کی قوموں کو شراب خوری اور ہر ایک فسق و فجور پر دلیر کیا ایسا ہی ان کا نظارہ دوسری قوموں پر اثر انداز ہوُا۔ اس میں کیا شک ہے کہ فسق و فجور بھی ایک بیماری متعدّی ہے۔ ایک شریف عورت کنجریوں کی دن رات صحبت میں رہ کر اگر صریح بدکاری تک نہیں پہنچے گی تو کسی قدر گندے حالات کے مشاہدہ سے دل اس کا ضرور خراب ہوگا۔ غرض **صلیبی عقیدہ ہی تمام بے قیدیوں اور آزادیوں کی جڑ** ہے۔ اور اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ وہ عقیدہ ان ملکوں میں نہایت خطرناک طور پر پھیل رہا ہے اور کئی لاکھ تک ان لوگوں کا شمار پہنچ گیا ہے کہ جو پادریوں کے دام میں آکر جوہر ایمان کھو بیٹھے ہیں اور یا پوشیدہ مرتد ہو کر متلاشیوں کے رنگ میں پھرتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ کی غیرت اور رحمت نے چاہا کہ صلیبی عقیدے کے زہرناک اثر سے لوگوں کو بچاوے اور جس دجالیت سے انسان کو خدا بنایا گیا ہے اس دجالیّت کے پردے کھولدیوے اور چونکہ چودھویں صدی کے شروع تک یہ بلا کمال تک پہنچ گئی تھی اُس لئے اللہ تعالےٰ کے فضل اور عنایت نے چاہا کہ چودھویں صدی کا مجدّد کسر صلیب کرنے والا ہو۔ کیونکہ مجدد بطور طبیب کے ہے اور طبیب کا کام یہی ہے کہ جس بیماری کا غلبہ ہو اس بیماری کے قلع قمع کی طرف توجہ کرے۔ پس اگر یہ بات صحیح ہے کہ کسر صلیب مسیح موعود کا کام ہے تو یہ دوسری بات بھی صحیح ہے کہ چودھویں صدی کا مجدد جس کا فرض کسر صلیب ہے مسیح موعود ہے۔

لیکن اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو کیونکر اور کن وسائل سے کسر صلیب کرنا چاہیئے؟ کیا جنگ اور لڑائیوں سے جس طرح ہمارے مخالف مولویوں کا عقیدہ ہے یا کسی اور طور سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی لوگ (خدا ان کے حال پر رحم کرے) اس عقیدہ میں سراسر غلطی پر ہیں۔ مسیح موعود کا منصب ہرگز نہیں ہے کہ وہ جنگ اور لڑائیاں کرے بلکہ اس کا منصب یہ ہے۔ کہ حجج عقلیہ اور آیات سماویہ اور دعا سے اس فتنہ کو فرو کرے یہ تین ہتھیار خدا تعالےٰ نے اس کو دیئے ہیں اور تینوں میں ایسی اعجازی قوت رکھی ہے جس میں اس کا غیر ہرگز اس سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ آخر اسی طور سے صلیب (کے عقیدہ) کو توڑا جائیگا یہاں تک کہ ہر ایک محقق کی نظر سے اس کی عظمت اور بزرگی جاتی رہے گی اور رفتہ رفتہ توحید قبول کرنے کے وسیع دروازے کھلینگے یہ سب کچھ تدریجاً ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے سارے کام تدریجی ہیں۔ کچھ ہماری حیات میں اور کچھ بعد میں ہوگا اسلام ابتدا میں بھی تدریجاً ہی ترقی پذیر ہوا ہے اور پھر انتہا میں بھی تدریجاً اپنی پہلی حالت کی طرف آئے گا

بعض نادان مولوی کہتے ہیں کہ "اب تک تم نے کونسی کسر صلیب کی؟" پس ان کو یاد رہے کہ نشان ظاہر ہوئے اور پیشگوئیاں ظہور میں آئیں اور پادریوں کا منہ بند کیا گیا۔ اور اگر وہ حیا سے کام لیں تو آئندہ ان کو اعتراض کی جگہ نہ رہے۔ اور قرآن شریف کی اعلیٰ تعلیم نے جو میری طرف سے بیان کی گئی بڑے بڑے

جلسوں میں لوگوں کا سر جھکا دیا ؎ - اور عیسائی مذہب کے اصول کو ایسے طور سے توڑا گیا کہ کبھی کسی کو پہلے اس سے میسّر نہ آیا بھلا اگر یہ صحیح نہیں ہے تو ہمارے مخالف مولوی صاحبان پادری صاحبوں کی طرف سے وکیل بن کر کوئی ایک سوال ان کا تو ایسا پیش کریں جس کو ہم نے براہین قطعیہ سے کالعدم نہیں کر دیا یا یہی دکھا دیں کہ ہم سے پہلے اس تحقیقی طور سے کبھی کسی نے جواب دیا تھا - ان لوگوں کو خدا تعالےٰ سے شرم کرنی چاہیئے - آخر کہاں تک اور کب تک سچائی سے لڑیں گے ؟

ازاں جملہ نصوص حدیثیہ میں ایک دلیل مسیح موعود کے زمانہ کی یہ لکھی ہے کہ اس کے ظہور سے پہلے زمین ظلم اور جور سے بھری ہوگی اور پھر وہ مہدی موعود عدل اور انصاف سے زمین کو پُر کریگا - اور وہ روشن پیشانی اور اونچی ناک والا ہوگا - کذا فی المشکوٰۃ رواہُ ابوداوٗد والحاکم ایضاً

اب ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں ہر ایک قسم کے ظلم یعنے معصیت اور افراط اور تفریط اور فسق اور فجور سے زمین بھری ہوئی ہے اور زمین کی تمام تاریکیاں زور کے ساتھ جوش مار رہی ہیں اکثر دلوں پر دنیا

؎ ۱ دانشمند لوگ اس مضمون کو پڑھیں جو مہوتسو کے جلسہ میں میری طرف سے پڑھا گیا تھا جو تمام قوموں کی تقریروں کے ساتھ کتاب کے طور پر شائع ہو چکا ہے تا معلوم ہو کہ کیسے کیسے معارف قرآنی و نکات فرقانی اس میں لکھے گئے ہیں جو بطور اعجاز مانے گئے ہیں منہ

اور دنیا کی خواہشیں اس درجہ پر غالب ہیں کہ گویا ان میں خدا تعالیٰ کی جگہ کچھ بھی باقی نہیں رہی نہ زبانوں میں تقویٰ باقی ہے۔ نہ آنکھوں میں نہ کانوں میں اور نفسانی جذبات کا سیلاب زور سے بہ رہا ہے۔ نہ ایمانی حالتیں درست ہیں نہ عملی۔ اخلاقی بصیرتیں گم ہیں فراستیں مفقود ہیں۔ وہ محبت الٰہی اور وہ انس اور وہ ذوق اور وہ غربت اور انکسار اور تقویٰ اور خوف اور خشوع اور صدق اور راستبازی جو قرآن نے سکھلائی تھی معدوم کی طرح ہو گئی ہے مخلوق پرست شرک پھیلانے میں سرگرم اور فاسق لوگ جابجا فسق کی دوکانیں کھولے بیٹھے ہیں اور ایمان ایک ایسی چیز ہو گئی ہے جو صرف زبانوں میں اس کا دعویٰ رہ گیا ہے۔ اِلَّا قَلِیْلٌ مِّنَ الْعِبَادِ

سو درحقیقت یہ وہی زمانہ ہے جو حدیث کے منشاء کے موافق ہے یعنے جس میں ہر ایک قسم کا گناہ اور ہر ایک قسم کی بدکاری اور ہر ایک قسم کی بداعتقادی پھیل گئی ہے اور شرک جو ظلم عظیم ہے اس کا جھنڈا نہایت زور سے کھڑا کیا گیا ہے اور یہ حدیث نہایت وضاحت سے بیان کر رہی ہے کہ حالت موجودہ کا ظلم اور جور جس طرز کا ہوگا۔ اسی کی اصلاح کے لئے وہ مہدی موعود آئے گا اور یہ جو روشن پیشانی اور اونچی ناک والا اس کو لکھا ہے یہ علامت صرف ظاہری حلیہ تک محدود

لہ۔ یہ دونوں علامتیں ظاہری طور پر بھی میرے ہادی جناب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمال پُرانوار کی رونق اور حسن کو دوبالا کر رہی ہیں۔ فداہ امی وابی۔ خاکسار کاتب۔

نہیں کیونکہ اس ظاہری حلیہ میں تو ہزاروں انسان شریک ہیں بلکہ اس جگہ علاوہ اس ظاہری علامت کے ایک باطنی حقیقت بھی مراد ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ اس کی پیشانی میں ایک نور صدق رکھ دے گا جو دلوں کو اپنی طرف کھینچے گا اور اس کی ناک میں کبریائی کی ایک علامت ہوگی جو بلندیٔ ناک سے مشابہ ہے۔ اور کبریائی یہ ہے کہ اس کا رعب اور اسکی عظمت دلوں میں خدائی سیاست ڈالے گی اور اگرچہ یہ دونوں علامتیں خدا تعالےٰ کے ہر ایک خاص بندے میں ہوتی ہیں۔ مگر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مھدی موعود میں نہایت قوت سے اور نمایاں طور پر پائی جائیں گی۔ اس کی پیشانی کا نور کثرت سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچے گا۔ یہاں تک کہ نادان خیال کریں گے کہ شاید یہ شخص ساحر ہے۔ ایسا ہی اس کا رعب بشدت مخالفوں پر پڑیگا اور کبریائی کی علامت جس کا مظہر ناک ہے نہایت جلال سے ظاہر ہوگی وہ اپنی کبریائی کے استغناء کے سبب سے بلند مزاجی دکھلائے گا۔ اور شریروں کے آگے تذلّل نہیں کرے گا اور آخر شریر خود تذلل ظاہر کریں گے۔

اس جگہ یاد رہے کہ آج سے اٹھارہ برس پہلے براہین احمدیہ میں ان دونوں علامتوں کی طرف الہام الٰہی میں اشارہ کیا گیا ہے جیسا کہ ایک الہام یہ ہے کہ القیت علیك محبّة مِنّی یعنی میں نے اپنی طرف سے کشش محبّت کا نشان تجھ میں رکھ دیا ہے کہ جو شخص تعصّب سے خالی ہو کر تجھے دیکھے گا وہ بالطبع تجھ سے محبت کریگا اور تیری طرف کھینچا جائیگا اور دوسرا یہ الہام ہے کہ نصرت بالرعب

یعنے تجھ میں ایک علامت رُعب بھی رکھ دی ہے اور سوچنے والے
اور موجودہ حالات کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ دونوں علامتیں
اس بندۂ حضرتِ عزت میں پوری ہوتی جاتی ہیں اکثر نیک دل آدمی
کھینچے جا رہے ہیں اور مخالفوں پر دن بدن رعب زیادہ ہو رہا ہے
اور وہ اپنے ارادوں سے نومید ہوتے جاتے ہیں اور بعض
توبہ کرتے جاتے ہیں۔

اور منجملہ نصوص حدیثیہ کے ایک وہ دلیل ہے جو مسلم نے لکھی
ہے یعنی یہ کہ لَوْ کَانَ الدِّیْنُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَذَھَبَ بِہٖ
رَجُلٌ مِّنْ فَارِسٍ۔ یعنے اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو۔ تب
بھی ایک مرد فارس میں سے اس کو لے آئے گا۔ یہ حدیث صاف
دلالت کرتی ہے کہ اسلام پر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ جب دین
اور علم اور ایمان میں ضعف آجائیگا اور جور اور ظلم زمین پر پھیل جائیگا
اور اس وقت ایک شخص فارسی الاصل پیدا ہوگا جو اس کو پھر زمین
پر واپس لائے گا۔ اور ابھی گذشتہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ
وہ شخص جس کے ہاتھ سے ہر ایک قسم کے ظلم اور فسق زوال پذیر ہونگے
وہی مہدی موعود ہے اور حدیث لا مھدی الا عیسٰے سے ثابت
ہوتا ہے کہ وہی مسیح موعود ہے اور اب اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ وہ مسیح موعود فارسی الاصل ہوگا۔ سو غور کرنے والے کے لئے اس مقام
میں نہایت بصیرت حاصل ہوتی ہے اور تمام حدیثیں ہر ایک قسم
کے تناقض سے صاف ہو کر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ شخص جو پھر آسمان
سے ایمان اور دین اور علم کو واپس لائے گا یعنی دوبارہ دنیا کو طرح طرح

کے نشانوں سے خدا پر سچا یقین بخشے گا اور ایمانوں کو قوی کرے گا اور عقائد کی تصحیح کرے گا اور قرآن کے حقائق و معارف سمجھائیگا وہ فارسی الاصل اور وہی مسیح موعود ہوگا اور حدیث بخاری اور ابوداؤد سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس کا زمانہ وہ ہوگا جب دنیا میں سب سے زیادہ نصاریٰ کی سلطنت کی شوکت وشان بڑھی ہوئی ہوگی اور اکثر ملک اس کے تصرّف میں ہوں گے اور صحیح بخاری اور مسلم میں یہ حدیث بھی ہے کہ وہ نہ ہتھیار اٹھائے گا اور نہ لڑائی کریگا۔ بلکہ حجج سماویّہ یعنے نشان اور براہین عقلیہ سے غیر ملتوں کو ہلاک کردے گا اور اس کا حربہ آسمانی ہوگا نہ زمینی۔ سو شکر کرو کہ تمہارے وقت میں اور تمہارے ملک میں خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ پُورا ہوا۔ ان لوگوں کو کیا ایمان نفع دیگا جو پوری روشنی کے بعد آئیں گے۔ حدیث میں اسی فارسی الاصل کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر آج سے اٹھارہ برس پہلے براہین احمدیہ میں خدا تعالےٰ کے الہام نے کردیا ہے۔ اور وہ یہ ہے

انا فتحنا لك فتحا مبینا۔ فتح الولی فتح۔ وقربناه نجیا اشجع الناس۔ ولو کان الایمان معلقًا بالثریا لناله انار الله برهانه۔ یا احمد فاضت الرحمة علیٰ شفتیك۔ انی رافعك الی والقیت علیك محبة منی . . . خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس۔ وَبشر الذین امنوا ان لهم قدم صدقٍ عند ربهم۔ واتل علیهم ما اوحی الیك من ربك و لا تصعّر لخلق الله ولا تسئم من الناس۔ اصحاب الصفه

وما ادرٰک ما اصحاب الصفہ ۔ تریٰ اعینھم تفیض من الدمع
یصلّون علیک ۔ ربّنا اننّا سمعنا منادیًا یّنادی للایمان وداعیًا
الی اللّٰہ وسراجًا منیرًا ۔ املوا ۔ دیکھو صفحہ ۲۴۱ - ۲۴۲ - براہین احمدیہ
ترجمہ ۔ ہم نے تجھے کھلی فتح دی ہے ۔ یعنے دیں گے ۔ ولی
کی فتح ایک بزرگ فتح ہے اور ہم نے اسے اپنا مقرّب اور رازدار
بنایا ہے وہ سب سے زیادہ بہادر ہے ۔ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو
وہاں سے لے آتا ۔ خدا اس کے برہان کو روشن کریگا ۔ اے احمد تیرے
لبوں پر رحمت جاری ہے ۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا ۔ اور اپنی
محبّت تیرے پر ڈالوں گا یعنے لوگ ایک روحانی کشش سے تجھ سے
محبّت کریں گے اور تیری طرف کھینچے جائیں گے ۔ توحید کو پکڑو اے
فارس کے بیٹو ۔ اور ان کو خوشخبری دے جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا
کے نزدیک صادق ٹھہر گئے اور ان کا صدق قدم ثابت ہوا تو ان
کو میرے الہامات سُنا ۔ اور مخلوق اللہ سے منہ مت پھیر اور ان
کی ملاقات سے مت ملول ہو ۔ یعنے وہ وقت آتا ہے کہ وہ کثرت
سے اور فوج در فوج تیرے پاس آئیں گے سو خلق اور برداشت سے
ان کی ملاقات کرنا ۔ اور پھر فرمایا کہ ان میں سے ایک گروہ ہوگا (جو
اکثر حاضر رہیں گے) جن کا نام خدا تعالیٰ کے نزدیک اصحاب الصفہ
ہے اور تو کیا جانتا ہے کہ اصحاب الصفہ کیا چیز ہیں یعنے ان کی شان
بہت بڑی ہے ۔ تو دیکھے گا کہ اکثر اوقات ان کی آنکھوں سے آنسو
جاری ہوں گے اور تجھ پر درود بھیجیں گے یعنے جبکہ وہ کوئی حکمت
کے کلمے اور معارف اور حقائق سنیں گے یا نشان دیکھیں گے ۔ یا

یا انشراح اور یقین کی حالت ان پر غلبہ کرے گی تو وہ محبت اور تودّد کے جوش سے تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے حق میں دعا کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز سُنی جو ایمان کے لئے منادی کرتا ہے اور خدا کی طرف بلاتا ہے اور چراغ روشن ہے (الخ لو)

ان الہامات میں صاف طور پر بتلا دیا کہ بڑا کام تمہارا ایمان کی منادی ہے اور حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس فارسی الاصل کو یہی سخت ضرورت پیش آئے گی کہ لوگوں کا ایمان تازہ ہو اور اس کو قدرت دی جائے گی۔ کہ اگر ایسا زمانہ بھی ہو کہ ایمان بکلی زمین پر معدوم ہو جائے تب بھی وہ ایمان کو آسمان سے واپس لائیگا ان حدیثوں میں یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اس کے اوائل زمانہ میں ایمانی حالت لوگوں کی نہایت ہی گری ہوئی ہوگی اور وہ اس لئے آئیگا کہ پھر دوبارہ بڑی طاقت اور قوت اور نشانوں کے ساتھ اس حالت کو دلوں میں قائم کرے تب نہ بُت رہیں گے اور نہ صلیب رہے گی اور سمجھ وار دلوں پر سے ان کی عظمت اٹھ جائیگی اور یہ سب باتیں باطل دکھائی دیں گی اور سچے خدا کا پھر چہرہ نمایاں ہو جائیگا۔ مگر یہ نہیں کہ دنیا کی جنگوں کی طرح مسیح موعود کوئی جنگ کریگا یا دنیا کے ہتھیاروں کی طرف حاجت پڑے گی۔ بلکہ خدا اپنے بزرگ نشانوں کے ساتھ اور اپنے نہایت پاک معارف کے ساتھ اور نہایت قوی دلائل کے ساتھ دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دیگا اور وہی منکر رہ جائیں گے جن کے دل مسخ شدہ ہیں۔ خدا ایک ہوا چلائیگا جس طرح موسم بہار کی ہوا چلتی ہے

اور ایک روحانیت آسمان سے نازل ہوگی اور مختلف بلاد اور ممالک میں بہت جلد پھیل جائے گی اور جس طرح بجلی مشرق اور مغرب میں اپنی چمک ظاہر کر دیتی ہے ایسا ہی اس روحانیت کے ظہور کے وقت ہوگا۔ تب جو نہیں دیکھتے تھے وہ دیکھیں گے اور جو نہیں سمجھتے تھے وہ سمجھیں گے اور امن اور سلامتی کے ساتھ راستی پھیل جائے گی۔

یہی روح اور مغز ان تمام پیشگوئیوں کا ہے جو مسیح موعود کے بارے میں ہیں۔ حدیثوں میں بہت صفائی سے بتلایا گیا ہے کہ اس کی تلوار اس کے انفاس طیبہ ہیں یعنے کلمات حکمیہ۔ سو ان انفاس سے ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی۔ جن جن مقامات تک اس کی نظر پہنچے گی یعنے جن جن مذاہب پر وہ اپنی توجہ مبذول کرے گا انہیں پیس ڈالے گا اور دلوں کو حق کی طرف پھیر دے گا وہ کسی اہل مذہب کو نقصان نہیں پہنچائیگا بلکہ لطف اور نرمی کے ساتھ جھوٹ کا جھوٹ ہونا ظاہر کر دے گا۔ تب عموماً دلوں میں روشنی پیدا ہو جائے گی اور وہ سمجھ جائیں گے کہ ہمارے یہ عقائد دراصل صحیح نہ تھے۔ جب تم دیکھو کہ اس خدائے بزرگ اور مبارک کو سچا خدا سمجھنے کے لئے دل متحرک ہو گئے ہیں جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے یعنے وہی خدا جو تمام خوبیاں اپنی ذات میں رکھتا ہے جس کا ماننے والا کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا تب تم سمجھو کہ وہ وقت نزدیک ہے کہ جب یہ سب باتیں پوری ہونگی موسم بہار کی ابتدا میں دیکھتے ہو کہ پہلے درختوں کی خشک اور بدنما لکڑی خوش رنگ اور تر و تازہ ہو جاتی ہے اور پھر ذرہ ذرہ پتے نکلتے ہیں اور پھر پھول آتا ہے اور آخر درخت پھلوں سے بھر جاتے ہیں

ﮯ ممالک افریقہ میں ہزارہا افراد احمدیت میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح یورپ اور امریکہ میں بکثرت احمدیت پھیلتی جا رہی ہے (ناشر)

پس یقیناً سمجھو کہ ان دنوں میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور یہ جو الہام الٰہی میں اصحاب الصُفہ کی تعریف کی گئی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یقین میں محبت میں معرفت میں وہی لوگ زیادہ ترقی کریں گے جو اکثر پاس رہیں گے اور خدا ان سے پیار کریگا اور وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھائیں گے اور وہ ترقی کریں گے اور ان کے دل رقت سے بھر جائیں گے۔ غرض خدا کے نزدیک وہی خاص درجہ کے لوگ ہیں جن کو قرب اور ہمسائیگی اور ہم نشینی حاصل ہے۔

اسی طرح نصوص حدیثیہ میں متواتر بتلایا گیا ہے کہ وہ مسیح موعود عیسائیوں کی طاقت اور قوت کے وقت میں پیدا ہوگا۔ اس کے وقت میں ریل گاڑی ہوگی۔ اور تار ہوگی اور نہریں نکالی جائینگی اور پہاڑ چیرے جائیں گے اور بباعث ریل اونٹ بیکار ہو جائینگے اور فصوص الحکم میں شیخ ابن العربی اپنا ایک کشف یہ لکھتے ہیں کہ وہ خاتم الولایت ہے اور توأم* پیدا ہوگا۔ اور ایک لڑکی اس کے ساتھ متولد ہوگی۔ اور وہ چینی ہوگا۔ یعنے اس کے باپ دادے چینی ممالک میں رہے ہوں گے۔ سو خدا تعالےٰ کے ارادے نے ان سب باتوں کو پورا کر دیا۔ میں لکھ چکا ہوں کہ میں توأم پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی اور ہمارے بزرگ سمرقند میں جو چین سے تعلق رکھتا ہے رہتے تھے۔

---

* دیکھو منتخب کنز العمال جلد ششم صفحہ ۶۰ حاشیہ مسند امام احمد پر ہے بعد ابواب مھدی و عیسےٰ موعود وغیرہ۔ اگر یہ کتاب میسر نہ ہو تو رسالہ چہل حدیث مولفہ اخیم مکرم مولوی محمد احسن صاحب کا مطالعہ کرو جو عنقریب طبع ہوگا منہ

بالآخر یہ بھی لکھنے کے لائق ہے کہ اب تک جو کتابیں میں نے تالیف کر کے شایع کیں وہ بہ تفصیل ذیل ہیں۔
براہین احمدیہ - سُرمہ چشم آریہ - شحنہ حق - فتح اسلام توضیح مرام - ازالہ اوہام - آسمانی فیصلہ - نشان آسمانی - آئینۂ کمالات اسلام - تحفہ بغداد - اتمام الحجہ - سرالخلافہ - انوار الاسلام کرامات الصادقین - حمامۃ البشریٰ - برکات الدعا - نور الحق ضیاء الحق - نور القرآن - ست بچن - آریہ دھرم - انجام آتھم شہادت القرآن - سراج منیر - حجۃ اللہ - تحفہ قیصریہ - جواب سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا - رسالہ استفتاء - تقریر جلسہ مہوتسو - مباحثہ جنگ مقدس - دیگر مباحثات کی تقریریں اشتہارات وغیرہ +

(منقول از کتاب البریۃ حاشیہ از ص ۱۲۷ تا ص ۲۷۲ مطبوعہ جنوری ۱۸۹۸ء)

میرے پیارے آقا و مولیٰ حضرت مسیح محمدؐ علیہم الف الف صلوٰۃ وسلام الیٰ یوم القیامہ کے ہزاروں ہزار صحابہ میں سے صرف پچاس ساٹھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو آپ کی پاکیزہ صحبتوں اور مقدس مجلسوں میں سالہا سال بیٹھے۔ آپ کے انفاس قدسیہ و کلمات طیبہ کو اپنے کانوں سے سنا اور پھر

ذکرِ حبیب

کی پُرسوز وگداز اور روح پرور مجالس میں اسے بیان کیا یا اپنے قلم حقائق رقم سے لکھا۔ ان تمام تبرکات اور نادر و نایاب مسودات کو خاکسار یکے بعد دیگرے تبلیغ سلسلہ و تربیت احباب جماعت خدام و انصار و اطفال و ناصرات الاحمدیہ و ممبران لجنہ اماء اللہ کے لئے معمولی قیمت پر جو لاگت کے قریب قریب ہے شائع کر رہا ہے بعض کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) جاء الحق۔ خود نوشت ذاتی سرگذشت از حضرت اقدس علیہ السلام مع دعوے و دلائل جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے حجم ۹۶ صفحے فی کاپی ۸ر ایک روپیہ کی تین کاپیاں

(۲) نور الحق یا نور احمد جسے شیخ نور احمد امرتسری رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ حجم ۸۴ صفحے قیمت چار آنے۔ ایک روپیہ میں ۶ کاپیاں۔

(۳) قدسی الحق یا حیات قدسی از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی حجم ۱۸۸ صفحے بڑا سائز کتابی قیمت اڑھائی روپیہ۔ ہر سہ کتب پر محصول ڈاک علاوہ

زیر طبع:۔ محمود الحق از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ برکات الحق از علیا حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ۔ علاوہ ازیں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ سیالکوٹی۔ پیر سراج الحق صاحبؓ نعمانی و حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور دوسرے بزرگوں کی تحریر کردہ انجیلیں جلد شائع کی جائیں گی۔ حکیم عبداللطیف شاہد ۴۸ امین بازار گوالمنڈی لاہور